

واصف علی واصف

شیرازی



واصف علی واصف

شکر

گاشف پبلی کیشنز
۱-۳۰۱، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

ڈسٹری بیوٹرز:
علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

84122

جملہ حقوق محفوظ ہیں

شب راز	:	نام کتاب
واصف علی واصف	:	مصنف
کاشف پبلیکیشنز	:	ناشر
۱۰۳۰۱ جوبہر ٹاؤن، لاہور	:	
۱۹۹۳ء	:	سال اشاعت
ڈاکٹر مخدوم محمد حسین	:	ترتیب و تزئین
رئیس نذیر احمد	:	کتابت
۱۷۵ روپے	:	قیمت

عرضِ ناشر

واصف صاحب کے کلام کا پہلا مجموعہ ”شب چراغ“ کے نام سے ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا تھا۔ معرفت کی خوشبو میں رچا ہوا یہ کلام اہل دل حضرا میں بہت مقبول ہوا۔ اہل قلم حلقوں میں اس ذوق کی شاعری کا بڑا خیر مقدم کیا گیا۔ بعد میں کچھ اضافے کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا گیا۔ پھر بھی بہت سا کلام بچ رہا۔ مختلف روزناموں، ہفت روزوں اور ماہناموں میں چھپنے والا کلام انہوں نے اپنی طبعی حیا کے دوران ہی یکارڈ میں لگوا دیا تھا۔ کچھ کیسٹوں میں اور قوالی کی صورت میں کلام موجود تھا، یہ کلام کئی مرتبہ واصف صاحب کے سامنے بھی سنایا گیا۔ بقیہ کلام مخطوط یا باقاعدہ کتابت کی صورت میں ہے۔ اس سارے کو اکٹھا کر کے زیر نظر مجھ سے ”شب راز“ کے نام سے انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں ادارے کو قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔ اگر کسی صاحب کے پاس مزید کلام ہو تو استدعا ہے کہ وہ ادارے سے ضرور رابطہ کریں۔

فہرست

۱۳	حمدِ باری تعالیٰ : اے ربِّ سموات تیری ذاتِ ورا ہے
۱۶	اللہ ہی اللہ! الف سے اللہ
۱۹	اللہ
۲۱	اے شہِ انس و جان
۲۵	السلام اے سبز گنبد کے مکین
۲۷	تصویرِ حسن بنے نشان
۳۰	نعت ۱: الوار برستے رہتے ہیں
۳۲	نعت ۲: وہی ہے باعثِ تخلیق ہستی عالم
۳۴	یارِ رسول اللہ
۳۶	صل علی محمد
۳۸	نعت ۳: خاور کہوں کہ بدرِ منور کہوں تجھے
۴۰	دعا: شبِ فرقت کٹے کیسے سحر ہو
۴۲	مدینہ: کرتے ہیں کرم جس پر بھی
۴۳	معراج کی رات
۴۵	مستیِ فرقت کی ہو یا غربت کی
۴۶	یا علیؑ کہہ دیا تو کیا حاصل
۴۷	یا علیؑ ورد کی پکار ہوں میں
۴۸	برانہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
۴۹	بتاسکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
۵۰	آیا دوڑ علیؑ حیدر
۵۲	کیا تیری شان ہے
۵۴	دم ہمہ دم علیؑ علیؑ
۵۸	من کنت مولی
۶۱	حیدر حیدر

۶۲	علیؑ
۶۳	السلام اے سائی کوثر کے نور
۶۵	سید و سرور محمد کے جمال
۶۶	السلام اے کہ امام قبلتین
۶۷	حسینؑ؛ سایہ مصطفیٰؐ حسینؑ
۶۸	امام حسینؑ
۶۹	غم شبیرؑ
۷۱	گنج بخش فیض عالمؑ
۷۳	دانا کے غلاموں کو
۷۴	خواجہ معین الدینؑ
۷۶	ساتیں محمد حسین کانوال والی سرکارؑ
۷۸	غلام مصطفیٰؐ ہوں
۸۰	نشان کارواں
۸۳	تیری یاد کا ولی ہوں
۸۵	میں
۸۷	اذانِ حُر
۹۰	فضل گل
۹۲	رنگ چمن
۹۳	شہر لاہور تھا
۹۶	سر عرشِ نعرہ بپا ہوا
۹۸	طالبِ علم سے
۱۰۰	اور میں ہوں
۱۰۳	میں کون ہوں
۱۰۶	نہ یہ راز ہے نہ سراب ہے
۱۱۱	مزدور
۱۱۵	عشق

- ظہور مولیٰ
- ۱۱۶ _____
- تلاش
- ۱۱۸ _____
- باغوں میں بہا ر آئی _____ میں قطرے میں ہوں _____ عید مبارک _____ ۱۱۹ تا ۱۲۵
- غزلیں
- ۱۲۷ _____ ترے جلوؤں کی زد میں آگئے ہیں
- ۱۲۸ _____ اک درد کا قصہ یاد رہا
- ۱۲۹ _____ اپنے دیس میں میں پر دیسی
- ۱۳۱ _____ تیرا ملنا محال کیا ہوگا
- ۱۳۲ _____ دار ہستی منتظر ہے
- ۱۳۳ _____ میخانے کا در، ہے مست نظر
- ۱۳۵ _____ مرے ہی دل میں رہے
- ۱۳۷ _____ مجھے کب زندگی کی آرزو ہے
- ۱۳۹ _____ جو سنا تھا سنا دیا میں نے
- ۱۴۱ _____ مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
- ۱۴۳ _____ مستی عرفان ہی ہستی کا میری ناز ہے
- ۱۴۵ _____ تو عبادت زباں سے کرتا ہے
- ۱۴۶ _____ غم میں ڈوبے چاند ستارے
- ۱۴۷ _____ شبِ غم ہے کہ کوہِ گمراہ ہے
- ۱۴۸ _____ ظلمتِ شب میں ترے وعدے چراغاں کر گئے
- ۱۴۹ _____ اب بیت گیا وعدے کا دن
- ۱۵۰ _____ فدا کی ہے تیری راہ میں فنا کی
- ۱۵۱ _____ ترے خیال نے بخشی تھی جو خوشی نہ رہی
- ۱۵۲ _____ مستی مے عرفان کی کم ہو نہیں سکتی
- ۱۵۲ _____ مرجہا حسن شانِ بھکتی تالی
- ۱۵۵ _____ بے ابھی تک جو سفر میں وہ میری منزل سی
- ۱۵۶ _____ مرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے

- ۱۵۸ ————— قدم قدم تیری راہوں میں گو چرانِ جلے
- ۱۵۹ ————— انہیں بھی ہماری خبر ہوگئی
- ۱۶۰ ————— آدمی کا آدمی شیدا ملے
- ۱۶۱ ————— مری ہستی عبادت ہوگئی ہے
- ۱۶۲ ————— یار کو اشکبار دیکھا ہے
- ۱۶۳ ————— ہر ذرہ ہے اک وسعتِ صحرا میرے اُگے
- ۱۶۵ ————— تو کرے ستم ہے ستمِ کرم
- ۱۶۶ ————— رندِ مولیٰ کیسے کاٹیں شامِ غم
- ۱۶۹ ————— دل ان سے جو مانگا تو پشیمان ہوئے ہم
- ۱۷۱ ————— میں تو ہوا ہوں گردشِ شام و سحر میں گم
- ۱۷۳ ————— کیا ملے واصف کی مستی کا سراغ
- ۱۷۴ ————— ٹکرا گئی کسی کی نظر سے مری نظر
- ۱۷۶ ————— کل کی بات سناؤں آج
- ۱۷۸ ————— چلتے چلتے رُک گئی بنفِ حیات
- ۱۷۹ ————— روتے روتے گزار دی ہے رات
- ۱۸۰ ————— مجھے منظور کب تھی زندگی تجھ سے جدا ہو کر
- ۱۸۲ ————— مجھ کو تیری تلاش کیا ہے اب ۱۸۱ ————— قیس لیلیٰ بنا نہ قیس رہا
- ۱۸۳ ————— تمھاری یاد میں ہر ذرہِ دل، دل نظر آیا
- ۱۸۵ ————— میں کہاں حُسن آشنا ہوتا
- ۱۸۶ ————— تو ہے تیری آرزو ہے میں کہاں
- ۱۸۷ ————— بار بار آزما کے چھوڑ دیا
- ۱۸۸ ————— دل کے اندر کبھی ورا دیکھا
- ۱۸۹ ————— غزل کیا ہے فقط اشکوں کی مالا
- ۱۹۱ ————— ایک وجہِ ترار باقی ہے
- ۱۹۳ ————— مرا وجود کیا تھا تیرے پیار سے پہلے
- ۱۹۵ ————— بدلے ہوئے حالات سے ڈر جانا ہوں اکثر

- ۹۶ میرے وطن کی خیر مری انجمن کی خیر
- ۱۹۸ اپنی خبر نہیں ہے تیرے انتظار میں
- ۲۰۰ غم زمانے کے اور جاں تنہا
- ۲۰۲ جہاں پھیلے تیری یادوں کے سائے
- ۲۰۳ قاتل ناز ہوئے ہم کہ شہباز ہوئے
- ۲۰۴ آپ آئے تو موت بھی آئی
- ۲۰۶ بہت بھکے مگر رندوں نے کی ہیں ہوش کی باتیں
- ۲۰۷ بے نیاز کھنر و ایماں ہو گیا
- ۲۰۸ آسماں بھی جنوں کے زیرِ دام
- ۲۱۰ تو ہوا کس کے انتظار میں گم
- ۲۱۲ مجھے تم سے محبت، توبہ توبہ
- ۲۱۳ یہ تیری نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے
- ۲۱۵ تمہارے وعدے بہت ہم نے آزمائے ہیں
- ۲۱۶ بزمِ امکاں میں رہوں کون و مکاں تک دیکھوں
- ۲۱۷ ان سے ہو روز ملاقات ضروری تو نہیں
- ۲۱۸ ان کے رخ پہ نگاہ کرتا ہوں
- ۲۱۹ نہ میں آیا نہ میں لایا گیا ہوں
- ۲۲۱ بلا عنوانِ فسانے ہو رہے ہیں
- ۲۲۲ اب کہاں اجتناب کے دن ہیں
- ۲۲۳ ہمارے پاس تھے کل تک جو زندگی کی طرح
- ۲۲۴ تجھے پایا ہے خود کو کھو گیا ہوں
- ۲۲۵ جہاں راز ہوں آہِ سحر ہوں
- ۲۲۶ تمہاری انجمن گر ما گیا ہوں
- ۲۲۷ ذوقِ منزل، ٹرپ، لگن ہے کہاں
- ۲۲۸ بے نام داستان ہے ارمانِ زندگی
- ۲۲۹ ارزو اتنی ہے جاں آرزو
- ۲۳۰

- ۲۳۲ ہوش و خرد کی راہ میں
- ۲۳۳ کیا سناؤں میں دل کا افسانہ
- ۲۳۵ ہرے ندیم ہرے ہمسفر ہرے محسن
- ۲۳۶ ملے ہیں ہم ان سے نامحرمانہ
- ۲۳۷ نہیں کہساں اور کوئے پار کہاں
- ۲۳۹ آج ان کا پیام آیا ہے
- ۲۴۰ چاند کے انتظاریں تارے
- ۲۴۲ پیار سے دل بڑا ہی ڈرتا ہے
- ۲۴۳ ہم نے مانگا تھا کیا نظر کے سوا
- ۲۴۴ رہیں نہ ملے رستے لمبے
- ۲۴۶ ہم طرزِ فغاں اور ہی ایجاد کریں گے
- ۲۴۷ لگا ہیں کھل گئیں لبِ سبیل گئے ہیں
- ۲۴۸ زندگی آپ کی امانت ہے
- ۲۴۹ رازِ اُلفت عیاں نہ ہو جائے
- ۲۵۰ موسم گل کیا گیا سب آتشیں جذبے گئے
- ۲۵۲ دشمن ہے میٹھی جاں کا ہر آدمی جہاں
- ۲۵۳ راستہ منزل مقصود کا دشوار بھی ہے
- ۲۵۴ خم ہوا سر اگر تلمبہ ہوا
- ۲۵۵ بزمِ رنداں میں نیا راز کھلا آج کی رات
- ۲۵۶ غم ہائے زمانہ سے کینا رانہ ہوا
- ۲۵۷ بلبیل نے کیوں گایا گانا
- ۲۵۹ کیسے کون کرے متوالا
- ۲۶۰ گھر میں قیامت آئی ہے ہر سمت ہوا محشر برپا
- ۲۶۱ غمِ جانان کے ماسوا کیا ہے
- ۲۶۲ آج دلِ مذکور یا کرتا ہے

ہندی کلام

- ۲۶۵ ————— آئی ملن کی بیلا
- ۲۶۶ ————— رام رام رام !
- ۲۶۸ ————— اب کیوں آتش نراشس بھتی
- ۲۶۰ ————— نین کٹورے مدھ بھرے
- ۲۶۱ ————— ندیا رور و گیت سُناتے
- ۲۶۲ ————— تو میرا ایمان نہ کر
- ۲۶۳ ————— ٹوٹ گیا آتش کا تارا
- ۲۶۶ ————— من کی بات سُناؤں کس کو
- ۲۶۷ ————— تجھ کو کھٹ سے پیار ہے
- ۲۶۹ ————— روگی روگ سُناتے جا
- ۲۷۱ ————— سانس کی ڈوری کٹتی جائے
- ۲۸۳ ————— تیری راہ میں مر جاؤں میں
- ۲۸۴ ————— میں ہوں گیتوں کی مالا
- ۲۸۶ ————— پگ پگ روتی آئی داسی چرنن میں
- ۲۸۷ ————— شام بھتی تو اب گھر چل
- ۲۸۹ ————— گیت سُناؤں میں کیا گاؤں
- ۲۹۱ ————— رات کٹی تارے گن گن
- ۲۹۲ ————— مور چنریا ڈھلکی میں کیا جانوں رے
- ۲۹۳ ————— میں نردوشس مرے ساجن
- ۲۹۷ ————— میں کیا گاؤں تو بتلا
- ۲۹۹ ————— تارا لٹا دیکھ کے دل نے کی پکار
- ۳۰۱ ————— سجنی ساجن آگئے
- ۳۰۲ ————— لاج کرے لجنی لو بھی لجنیت رام
- ۳۰۳ ————— چل ری سکھی اس پار
- ۳۰۴ ————— موری چنریا رنگ دیوپی نے اپنے رنگ
- ۳۰۸ ————— گر گرووں کا داہگورو

حمدِ باری تعالیٰ

اے ربِّ سمواتِ تیری ذاتِ دراپے
ہیبت سے تیری کوہِ گراں کانپ رہا ہے

ہیں خالقِ کونین ترے کامِ نرالے !
بے رنگ ہے تو ایسا کہ ہر رنگِ ترا ہے

انسان بیچارہ تجھے کیا جان سکے گا
ادراک کی دنیا میں تجھے ڈھونڈ رہا ہے

بے تابِ فغاں، سوزِ نہاں، اشکِ رواں میں
جلوہِ ترا جس رنگ میں ہے ہوشِ تڑبا ہے

باقی ہے تو ایسا کہ بقا تیری ہے تخلیق
خود پیکرِ فانی میں کہیں جا کے چھپا ہے

ہر سجدہ ہے اعلان کہ اعلیٰ ہے تو ربی !
 مسجودِ ملائک ہے جو سجد میں گہرا ہے

حادثِ تجھے کیا سمجھے کہ تُو حُسنِ قدم ہے
 حادث کی زباں سے ہی ترانہ نام سنا ہے

ہیں تیرے ہی اندازِ غریبی و امیری
 دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

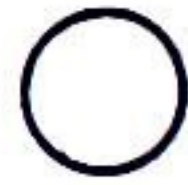
میں نے بھی تجھے دیکھا ہے کب یاد نہیں ہے
 بھولا ہوں میں خود کو کہ تجھے یاد کیا ہے

تیرے ہی تصور میں ہوا گم تو یہ سمجھا
 جس نے تجھے پایا ہے وہ کھویا گیا ہے

یہ زلیست شبِ غم ہے کہ مرمر کے کٹی ہے
 لے لے کے ترانہ نام یہ غم دور ہوا ہے

معلوم ہے اتنا کہ ہمیں کچھ نہیں معلوم!
جانا ہے کہ کیا جانے گا جو جان گیا ہے

ہر سمت ہے وَجْهُ اللّٰهِ عِیَالِ خَالِقِ احْسَنِ
خود اَیْتِنہ خود دیدۂ حیران ہوا ہے



اللہ ہی اللہ

ح سے حامد	الف سے اللہ
محسود اللہ	ب باسم اللہ
خ سے خیر	پ سے پایا
تورے اللہ	اللہ ہی اللہ
دو مادام	ت سے توبہ
اللہ ہی اللہ	استغفر اللہ
ذ سے ذاکر	ٹ سے ٹوٹا
ذکر ہے اللہ	دشمن اللہ
ر سے روٹی	ث سے ثروت
بھیجے اللہ	بخشے اللہ
ز سے زاہد	ج سے جابر
عابد اللہ	تاد اللہ
س سے سچا	چ سے چاہو
محبوب اللہ	مت غیر اللہ

ق سے قائم	ش سے شامل
ہر دم اللہ	کام میں اللہ
ک سے کتنا	ص سے صورت
اچھا اللہ	نہ کوئی اللہ
گ سے گاؤ	ض سے ضامن
اللہ ہی اللہ	رزق کا اللہ
ل سے لشکر	ط سے طاقت
فاتح اللہ	والا اللہ
م سے محمد	ظ سے ظالم
محبوب اللہ	مارے اللہ
ن سے نعمت	ع سے عالم
مالک اللہ	ہر شے اللہ
و سے واصف	غ سے غافل
بندہ اللہ	دور ہے اللہ
ہ سے ہر دم	ف سے فاقہ
حافظ اللہ	ٹالے اللہ

و سے واصف

بندہ اللہ

ہ سے ہر دم

حافظ اللہ

ی سے یاور

یا ولی اللہ

اللہ

نہیں ہے لا الہ کوئی مگر اللہ، الا اللہ
نظر کارازہ الا اللہ محمد ہیں رسول اللہ

عباد اللہ درو حق سے بھلا دو وہم غیر اللہ
پھر وہ سہو مگر دیکھو جمال عین وجہ اللہ

تمہاری مشکلوں کا حل نہیں، فتنہ سازی میں
جھکوراہ خدا میں ورنہ آیا ہے عتاب اللہ

یہ مستانوں کی دنیا ہے پچوان خرقہ پوشوں سے
لٹا دو دولت دنیا جہاں میں فی سبیل اللہ

ہے خیر توڑنے والا مسلمان ازل کوئی
کہ بیٹا ہو شہید ناز کو فخر ذبیح اللہ

جنون باخبر کیا ہے، خرد کی راہ گزر کیا ہے
شہود جلوہ جاناں حدیث ماسوا اللہ!

نظر آتے ہیں مجھ کو قافلے لٹتے ہوئے کوئی
بچے وہ لوگ جو سمجھے ہیں کیا تک حدود اللہ

یہ بتی ہے فقیروں کی امیروں نہ وزیروں کی
کہ تقویٰ چاہئے تاکہ عیال ہو سر عند اللہ
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے پہلے بھی بتایا تھا
مگر تم ہو کہ سر رچب پڑے کہتے ہو یا اللہ

بڑی باتیں ہیں کہنے کی نگر چپ ہو گیا واصف
ہے اذن ثنا ہوا رکل وصی مرسل کہ ظل اللہ



اے شہِ انس و جاں

اے شہِ انس و جاں جمالِ جمیل
تجھ پہ تخلیقِ حُسن کی تکمیل!

رہبرِ انبیا و ختمِ رُسل
ذکر و تذکرہ ربِّ جلّیل

دمِ عیسیٰ کہ ہو یدِ بیضی
والضحیٰ کی نہ مثل ہے نہ مثل

نورِ مطہّق کا راز دار و امین
افتخارِ جہاں ہے فخرِ جلّیل

سایہٴ نورِ مصطفیٰ ناپید

نورِ لایا ہے نور ہی کی دلیل

بانیِ دینِ حق نبیِ کریمؐ
دینِ فطرتِ سلامتی کا کفیل

ہے حلیمہ کی بکریوں والا
بزم ہستی میں نور کی قندیل

گودڑی پوش رازِ اِلا اللہ
تجھ پر شیدا خدا تو ایسا شکیل

آپ کی بات آیتِ قرآن
آپ ہی کے لئے قولِ ثقیل

آپ ہی کی زباں ہے حقِ گویا
آپ پر ہے کلام کی تنزیل

نالہ نیم شب کا سرِ چشمہ
یا نبیؐ جاگئے گا اِلا التلیل

تو شفیق اور رحمتِ عالم!
محسنِ انس و جاں حسین و جمیل

عقل و دانشِ غلام ہیں تیرے
فہم و ادراک سے ورا ہے عقیل

مدعا، فتنی، مرادِ حیات

جادۂ شوق میں امامِ سبیل!

84122

استان نبیؐ ہے فخر زمیں
آسماں سرنگوں پئے تقبیل

چشم مازاع رخ کلام اللہ
اور واللیل ہی ہے زلفِ طویل

ہے صنم گر بھی محورنگ صنم
یا صنم یا صنم ہے بالتمشیل

منظر کبریا ہے ذات نبیؐ
بزم امکان ہے اخیر و قبیل

خواجہ دو جہاں کی کیا ہوشنار!
خود شنار خواں ہوا سے رہت جلیل

کیا بیان ہو سکے گی شان نبیؐ
بعد حق کے توئی تشکیل و جزیل

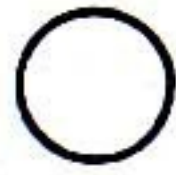
اک نگاہِ کرم نبیؐ کریم
مجھ پہ کیجے بحق اسمعیلؑ

آپ کے در پر سر ہے ہر دم
معصیت معرفت میں ہو تبدیل

یا محمد سدا ہو ورد زبان
پائے ساقی پہ ہو میری تکمیل

راز شاہِ اُمم ہیں شاہِ نجفؑ
قصہ کوتاہ ہے بات بالتفصیل

جب توجہ میں آگیا واصلت
توجہوں سے خرد کی ہے تشکیل



السلام

السلام اے سبز گنبد کے مکین
السلام اے رحمتہ اللعالمین

السلام اے راحتِ قلبِ حزین

السلام اے رفعتِ عرشِ بریں

السلام اے حامد و محمودِ حق

السلام اے نورِ نورِ اولیں

السلام اے بے مثل و بے مثال!

السلام اے فخرِ انبیا و رسل!

السلام اے خواجہ کون و مکاں

السلام اے شاہِ دنیا و شاہِ دین

السلام اے صادق و سید و سعید

السلام اے کہ امامِ سالکین

السلام اے غایت کن السلام
السلام اے منظر عین ایتیں

السلام اے ہاشمی اُمّی لقب
السلام اے رُوحِ شَرَّانِ بِنِ

السلام اے کہ جمال کائنات
السلام اے زاغ چشم سرگین

السلام اے رافع ذکر الہ
السلام اے ذکر رب العالمین

السلام اے عبدہ خیر البشر
نوع انساں را پیمانِ آخرین

سید و سرور محمد مصطفیٰ
کعبہ کعب تیرا روئے حسین!

السلام اے رہبر امت سلام
تیرے سنگ در پہ واضح کی جبین

صلیٰ علیٰ صلّٰ علیٰ

تصویرِ حسنِ بے نشانِ صلّٰ علیٰ صلّٰ علیٰ
 لاریب شاہِ خسرواں صلّٰ علیٰ صلّٰ علیٰ
 اے چہرہ زیبائے تو شمسِ الفتحی بدر الدجی
 ارحم لنا اے جانِ جاں صلّٰ علیٰ صلّٰ علیٰ
 مازاغ چشمِ سرگیں، واللیل زلفِ عنبریں
 یسین دندانِ دہاں صلّٰ علیٰ صلّٰ علیٰ
 محمود سے حامد ہوا، احمد محمد مصطفیٰ
 حم کا ہے رازداں صلّٰ علیٰ صلّٰ علیٰ
 اے قبلہ گاہِ عاشقیں اے رحمۃ اللعالمیں
 اے وجہِ تخلیق جہاں صلّٰ علیٰ صلّٰ علیٰ

دربان ہے روح امین، مسند تیری عرش میں
گویا مکین لامکان، صلّ علی اصلّ علی

اے منظر نورِ خدا، صدرِ اعلیٰ، کھفت الوریٰ

اے خواجہ کون و مکان، صلّ علی اصلّ علی

تو صاحبِ لولاک ہے تو فخرِ بہتِ افلاک ہے

قرآن سے قرآن خواں صلّ علی اصلّ علی

اے شافعِ روزِ جزا اے رافعِ ذکرِ خدا

محبوبِ ربّ دو جہاں صلّ علی اصلّ علی

اے خاتمِ پیغمبری اے کہ ادائے دلبری

اے کہ ادائے دلبراں صلّ علی اصلّ علی

قوسینِ ابروئے حبیبیں، کونین بھی زیرِ نگین

اسریٰ کی شب گزری کہاں صلّ علی اصلّ علی

- تیری زبان پر لا الہ مولا کے صلّ علی

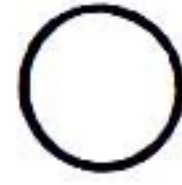
گا ہے یہاں گا ہے وہاں صلّ علی اصلّ علی

اے سیدِ عرب و عجم اے محترمِ نظمِ کرم

تیرے سوا جائیں کہاں صلّ علی اصلّ علی

درِ یقیم و تا جور اے صاحب شوق القمر
 "امی" مگر فخر بیاں صل علی بن علی

گویا سکوتِ دو جہاں تیرا گدا محوِ فناں
 واصف ہوا ہے نیم جاں صل علی بن علی



نعت

انوار برستے رہتے ہیں اُس پاک نگر کی راہوں میں
 اک کیف کا عالم ہوتا ہے طیبے کی مسیت ہواؤں میں
 اس نام محمد کے صدقے بگڑی ہوئی قسمت بنتی ہے
 اس کو بھی پناہ مل جاتی ہے جو ڈوب گیا ہو گناہوں میں
 گیسو محمد کی خوشبو اللہ اللہ کیا خوشبو ہے !
 احساس مُعطر ہوتا ہے واللہ کی مہکی چھاؤں میں !
 وہ بانی دین مبین بھی ہے حمد بھی ہے لیسین بھی ہے
 مسکینوں میں مسکین بھی ہے سلطانِ زمانہ شاہوں میں

سب جلوے ہیں اس صورت کے، وہ صورت ہی وجہ اللہ ہے
 اللہ نظر آجاتا ہے وہ صورت جب ہو نگاہوں میں!
 اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت میسر ہوتے ہیں
 سجد میں ہوں جب آنکھیں پر نغم اور نام محمدؐ ہوں میں
 اُس ناطق قرآن کی مدحت انسان کے بس کی بات نہیں
 ممدوح خدا ہیں وہ واصف صد شکر کہ ہم ہیں گداؤں میں



نعت

وہی ہے باعثِ تخلیقِ ہستی عالم
 وہی ہے منظرِ الوار، نازشِ آدم!
 صداقتوں کا پیمبر، حقیقتوں کا امین
 لطافتوں کا مرقع، کمالِ حسنِ شیم
 خدا سے مانگے وہ بخششِ ہر آدمی کے لئے
 بشر سے مانگے وہ تسبیحِ خالقِ اعظم
 وہ نضرتوں کی خلیجوں کو پاٹنے والا
 وہ جس کے خلق سے دشمن بھی بن گئے ہم
 وہی ابد کے سفر میں ہے اسر اسب کا
 ازل سے جس کی ہے سبکِ نوازشِ پیہم

وہ جس کی یاد سے ملتی ہے دولتِ تسکین
 وہ جس کا نام ہے زخموں کے واسطے مرہم
 وہ راہِ سبز بھی ہے، منزل بھی ہمسفر بھی ہی
 کڑے سفر کی کڑی دھوپ میں وہ ابرِ کرم !

اسکی پہ بھیج درود و سلام اے اصف
 اسی کے فیض سے قائم ہے عاصیوں کا بھرم

یا رسول اللہ

کرم کی ایک نظر ہو جان عالم یا رسول اللہ
ترقی امت پر ہے افتادِ پیہم یا رسول اللہ

بنایا تھا تمہارے نام سے جو آئیاں ہم نے
گزی ہے اس پر ہو کے برق برہم یا رسول اللہ

بڑے دم خم سے آزادی کی صبح نو کو دیکھا تھا
ستم ہے دم رہا اس میں نہ اب خم یا رسول اللہ

غم دنیا، غم عقبی، غم ارض و وطن ہم کو
جو ہم سے کٹ گئے ان کا بھی ہے غم یا رسول اللہ

ہمارے سامنے بھرے ہیں دانے ایک تسبیح کے
بکھرتا ہے کوئی شیرازہ یوں کم یا رسول اللہ

کرم ہو ارضِ پاکستان پہ یا رحمتِ عالم!
 سلامی دے رہا ہے سبز پرچم یا رسول اللہؐ
 سفینہ آپ کی اُمت کا گردابِ بلا میں ہے
 نہ مونس ہے نہ کوئی اور ہمدم یا رسول اللہؐ
 مبارک ہو وطن والوں کو میلادِ انشبی کا دن
 صلوةٌ دائمٌ بارک وسلم یا رسول اللہؐ

گدائے حُسن تو من کھتیریں واصفِ علی واصفِ
 کرم کردی کہ بندہ بے قرارم یا رسول اللہؐ



صلیٰ علیٰ محمد

جنہیں تیرا نقش قدم ملا، وہ غم جہاں سے نکل گئے
یہ میرے حضور کا فیض ہے، کہ بھٹک کے ہم جو سنبھل گئے

پڑھو صلّٰی علیٰ نبیٰ صلّٰی علیٰ محمد

پڑھو صلّٰی علیٰ شفیعنا صلّٰی علیٰ محمد

ہو تیرے کرم کا جواب کیا، تیری رحمتوں کا حساب کیا
تیرے نام نامی سے غم کدوں میں چراغ خوشیوں کے جل گئے

پڑھو صلّٰی علیٰ نبیٰ صلّٰی علیٰ محمد

پڑھو صلّٰی علیٰ شفیعنا صلّٰی علیٰ محمد

تو ہی کائنات کا راز ہے، تیرا عشق میری نماز ہے
تیرے در کے سجدے میرے نبیٰ میری زندگی کو بدل گئے

پڑھو صلّٰی علیٰ نبیٰ صلّٰی علیٰ محمد

پڑھو صلّٰی علیٰ شفیعنا صلّٰی علیٰ محمد

تو مصوری کا کمال ہے تو خدا کا حسن خیال ہے
جنہیں تیرا جلوہ عطا ہوا، وہ تیرے جمال میں ڈھل گئے

پڑھو صلِّ علیٰ نبینا، صلِّ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلِّ علیٰ شفیعنا، صلِّ علیٰ محمدؐ

تھے ہزار صدیوں کے فاصلے جو رسولؐ پاک نے طے کئے
وہ تو ایک رات کی بات تھی، کہ زمانے جس سے بدل گئے

پڑھو صلِّ علیٰ نبینا، صلِّ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلِّ علیٰ شفیعنا، صلِّ علیٰ محمدؐ

یہ حلیمہ تجھ کو خبر نہ تھی، کہ وہی زمانے کے تھے نبیؐ
وہ خدا کے کتنے قریب تھے، تیری گود میں جو بہل گئے

پڑھو صلِّ علیٰ نبینا، صلِّ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلِّ علیٰ شفیعنا، صلِّ علیٰ محمدؐ

تیرا بندہ واصف بے خبر، تیرا راز سمجھا ہے اس قدر
تجھے جب پکارا بہ چشم تر، کئی مرحلے تھے جو ٹل گئے

پڑھو صلِّ علیٰ نبینا، صلِّ علیٰ محمدؐ

پڑھو صلِّ علیٰ شفیعنا، صلِّ علیٰ محمدؐ

نعت

خاور کہوں کہ بدرِ منور کہوں تجھے!
محشر کہوں کہ داوڑِ محشر کہوں تجھے!

اے منظرِ جمالِ خدا سید البشر
حسینِ مثالِ کامیں محور کہوں تجھے

سلطانِ انبیاء ہے تری ذاتِ باصفا
اول کہوں یا اوسط و آخر کہوں تجھے

تجھ پر ہوتی ہے ختم نبوت کی داستاں
فاتمِ پیمبروں کا پیمبر کہوں تجھے

تھا سینہ صدق میں خدا کنزِ مخفیاً
تخلیقِ کائنات کا گوہر کہوں تجھے

بے مثل و بے مثال ہے تو درگاہِ باحق
روحانی خیال کا پیکر کہوں تجھے

آئینہ جمالِ ازل ذاتِ مصطفیٰ
تو عین ذاتِ حق ہے یہ کیونکر کہوں تجھے

موجِ خرامِ ناز ہے تو ساحلِ مُراد
دریائے معرفت کا شناور کہوں تجھے

قندیل بزمِ علم و عمل آپ کا وجود
ہر آنکھی کا مرکز و مصدر کہوں تجھے

بندہ نواز تجھ کو کہوں یا کہوں بشر
تقویمِ حسن و عشق کا منظر کہوں تجھے

دُرِ قیم و اُمّی لقبِ صاحبِ الجمال
میں تاجور کہوں کہ سخنور کہوں تجھے

ہے ذاتِ کبریا بھی ثناخوانِ مصطفیٰ
منزل کہوں کہ حق کا مسافر کہوں تجھے

ہر ذرے کی زباں سے آتی ہے یہ صدا
کوئی نہیں کہ جس کا برابر کہوں تجھے

واصف کی کیا مجال کہے اس زبان سے
اللہ کی زبان ہو دلِ بشر کہوں تجھے!

دعائے

شبِ فرقت کئے کیسے سحر ہو
 کرم کی یا محمد اک نظر ہو

سکوتِ دو جہاں ہے اور میں ہوں

فقط میری فغاں ہے اور میں ہوں

رسول اللہؐ سنو فریادِ میری !

ہو کشتِ آرزو آباد میٹری

مصیبت ہے بڑا محبور ہوں میں

ستم ہے تیرے در سے دور ہوں میں

ازل سے آرزو میری یہی ہے

تھاری یاد میری بندگی ہے

جبین شوق تجھ کو ڈھونڈتی ہے
 نظر اپنی تیرے در پہ لگی ہے
 مرادوں سے مرکا سے کو بھڑے
 تو اپنے فیض کو اب عام کر دے

غریبوں کو عطا کر کجکلا ہی
 فقیروں کو ملے اب چتر شاہی

مدینہ

کرتے ہیں کرم جس پہ بھی سرکارِ مدینہ
ہوتا ہے نصیب اس کو ہی دیدارِ مدینہ

پڑھتا ہے درودِ آپ کی جو ذات پہ ہر دم
ملتا ہے اسے سایہ دیوارِ مدینہ!

اس شخص کو دنیا کا کوئی غم نہیں ہوتا
وہ شخص جو رہتا ہے طلب گارِ مدینہ

جس دل میں بسی رہتی ہو ولیوں کی محبت
رہتے ہیں اسی دل میں ہی سرکارِ مدینہ

داناگی گلی کافی غریبوں کے لئے ہے!
دانا کے بھی روضے پہ ہیں انوارِ مدینہ

معراج کی رات

چار سو نو ر کی برسات ہوئی آج کی رات
 اعدا اور احمد کی ملاقات ہوئی آج کی رات
 گفتگو ذات سے بالذات ہوئی آج کی رات
 مختصر یہ کہ بڑی بات ہوئی آج کی رات
 راکب وقت نے یہ سچی ہے زمام گردش
 حیرت ارض و سماوات ہوئی آج کی رات
 یوں تو الطاف تھے سرکار پہ روز کن سے
 وانگر چشم عنایات ہوئی آج کی رات
 رفعت عبد کو جب ریل امین نے دیکھا
 کیوں نہ ہو، رافع درجات ہوئی آج کی رات
 پردہ میم کے اندر ہے مہتام محمود
 کاشف سہر حجابات ہوئی آج کی رات

تَابِ قَوْسَيْنِ سَعْدِ وَرَاحِجِ الْكَلْبِ
عَقْلِ وَالْوَالِدِ الْكَبِيرِ مَاتَ هَبْنِي آجْ كِي رَاتِ

جُحْلِ اَيَّامِ سَعْدِ تَابِنْدِهِ هَبْنِي مِيلَادِ كَادِنِ !
جُحْلِ رَاتُوں سَعْدِ حَسْبِنِ رَاتِ هَبْنِي آجْ كِي رَاتِ

آجْ كِي رَاتِ هَبْنِي عِبَادَاتِ كَا ثَمْرَ وَاصْفَ !
حَمْدِ وَتَسْبِيحِ وَمُنَاجَاةِ هَبْنِي آجْ كِي رَاتِ

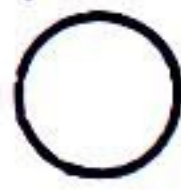
مَسْتی فرقت کی ہو یا غریب کی
 مَسْت کہتا ہے بات جُبرأت کی
 بُو ترابی شراب خانے سے!
 پی کے انا ہے بات ہمت کی

یا علیؑ کہہ دیا تو کیا حاصل
 جب علیؑ سے ہی ہونہ تو وارِ صل!
 ذرہ ذرہ اگر علیؑ نہ کہے!
 جان لیجے کہ دل ہوا ہے سب

یا علیؑ ورد کی پکار ہوں میں
 ہوش رکھتا ہوں مسست دار ہوں میں
 جن کی ٹھوکر سے جام بھرتے ہیں
 پائے ساقی پہ اشکبار ہوں میں

برانہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
 نہیں ہے مجرم کہ لادنی اسگ علی ہوں میں
 انہیں کا فیض ہولہ سے انہیں کا نظرِ کرم
 علیؑ کی یاد میں ہر دم سنبھلی ہوں میں

بتاسکوں گا کہاں میں قلندری کیا ہے
 نگاہِ شوق سے پوچھو کہ دلبری کیا ہے
 علیؑ کارند ہوں کہنے کی بات ہے اتنی
 جہانِ راز ہے میخانہ حیدری کیا ہے



آیا دورِ علی حیدرؑ

آیا دورِ علی حیدرؑ
پر بت سے بھاگے پتھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

کانپ گیا بوٹا خیر
حیدر سب پر تادد

آیا دورِ علی حیدرؑ

مست ہوا ذرہ ذرہ
ناچا مستی میں اگر

آیا دورِ علی حیدرؑ

اپنوں کے گھر آئی عید
اگ مگر غیروں کے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

میخانے آباد ہوئے
ساقی آیا ہے گھر گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

ریندِ علی ہشیار ہوئے
چکر کو دیں گھن چکر

آیا دورِ علی حیدرؑ

ساز بچے سازندے چپ
سرگم گائے اتیم سر

آیا دورِ علی حیدرؑ

حق والے نے حق پایا
پھین کے بیٹھا تھا ٹھاکر

آیا دورِ علی حیدرؑ

ہاتھی بھس ہوئے جل کر
کس نے برساتے کس کر

آیا دورِ علی حیدرؑ

توپ کی تو آواز تو سن
حیدر حیدر یا حیدر

آیا دورِ علی حیدر

پہلی جنگ ابدال لڑے
اب لڑ جائے فوجی حُر

آیا دورِ علی حیدر

یہ ہے آگ یہناں پانی
راکھ ہوئے پر بت جل کر

آیا دورِ علی حیدر

دھرتی پر اکابش گرا
ساگر دوڑا ساحل پر!

آیا دورِ علی حیدر

مل والے کی خیر نہیں
فاقہ ہے مزدور کے گھر

آیا دورِ علی حیدر

ہے یہ قوم بڑی مسکین
لیڈر ہیں لیکن خود سر

آیا دورِ علی حیدرؑ

وہ مردود پرانا تھا
راون رام پرانے گھر

آیا دورِ علی حیدرؑ

غاموشی نے دم توڑا
بات چلی ہے اب کیا ڈر

آیا دورِ علی حیدرؑ

کون متلندر میں یا تو
گر واصلت ہے واصلت گر

آیا دورِ علی حیدرؑ



کیا تیری شان ہے

اے شہر ہر زماں یعنی فخر بیاں تو امام جہاں کیا تیری شان ہے
 بے زباں کی زباں یعنی علم نہاں تو یقین بے گماں کیا تیری شان ہے
 ہر طرف جلوہ گر تیرا فیض نظر تو ہی نور البصر کیا تیری شان ہے
 اے کہ گنج ہنسر یعنی باب النجبر تو عجب راز داں کیا تیری شان ہے
 تیرے سے ملی چاند کو روشنی ادنیٰ ذروں کو سونہ نش تپش مل گئی
 جس طرف بھی نگاہ کرم ہو گئی ہو گیا شاہ جہاں کیا تیری شان ہے
 اولیائے جہاں تجھ کو مانیں ولی تو تے بخشی انہیں لبری مری
 ورد تیرا کریں یا علیٰ یا علیٰ تو نشان بے نشان کیا تیری شان ہے
 ایک سرمد ہی کیا تیرا منصور ہے صابر با صفا تیرا ہی نور ہے
 بوعلی شاہبازی کا دستور ہے تو فصیح البیان کیا تیری شان ہے

راز سازانا الحق ترا نام ہے تیری ٹھوکر سے بھرتا ہر اک جام ہے
بس قلندر گری تیرا ہی کام ہے، تو ہمہ عارفان کیا تیری شان ہے

تو بھکے آسماں جھک کے سجدہ کرے، تو اٹھے تو زمین اٹھے تعظیم سے
سنگوں بابِ خمیر ہے ک ضرب سے توید اللہ عیاں کیا تیری شان ہے

تیرے قدموں میں اصف کو مستی ملی تیرے فیضِ کرم سے ہوا ہے ولی
کس کو ہمت کہ اس کو کہے کچھ کوئی ہو گیا جانِ جان کیا تیری شان ہے

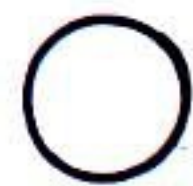


دم ہمہ دم علیؑ

میں ہوں جنونِ باخبر یعنی کہ چاکِ بخیہ گر
 جان و جگر تیری نظر، دم ہمہ دم علیؑ
 یادِ خدا علیؑ، اذنِ خدا علیؑ
 شیرِ خدا علیؑ، دم ہمہ دم علیؑ
 تو ہی حیاتِ کشتگان، تو ہی سرورِ جاوداں
 صورتِ گرِ قلتِ دریاں، دم ہمہ دم علیؑ
 نامِ تیرے کی عظمتیں کاپنے زمیں و آسماں
 تو ہی معینِ بے کساں، دم ہمہ دم علیؑ
 تو ہی یعتینِ بے گماں، یعنی نشانِ بے نشان
 تو ہی امیرِ کارواں، دم ہمہ دم علیؑ !
 تیرا نشان بلند ہے عرشِ رواں سمند ہے
 ہر دو جہاں کمند ہے، دم ہمہ دم علیؑ

پانچ ارم کی قسمریاں، حسنِ قدم کی طوطیاں
 گویا زبانِ بے زباں، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ!
 وسعتِ علم کا ہے در، تجھ سے کھلی نظر نظر
 رازِ نہاں سے بانجبر، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
 تو ہی وہی نورِ عین تو ہی امامِ قبلتین!
 یعنی تیرے حسن و حسین، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ!
 سُرْمہٴ حق کا نور ہے، یعنی تیرا ظہور ہے
 دور کہاں یہ طور ہے، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ
 حُسن تیرا ہے الکتاب، اے کہ شہہ البو تراب
 مست بنا پلا شراب، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ

اے کہ امام ہر جہاں، واصِفِ خستہ جاں کہاں
 تیرا ہے اذنِ دوازاں، دمِ ہمہ دمِ علیؑ علیؑ



من کنت مولیٰ

یہ کون بولا

بندہ کہ مولیٰ

ہذا المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

راز انا الحق

ساز ہوا الحق

عارف کما حق

بھید نہ کھولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

این ماکنتم

انا و انتم

کنت حیاتم

شعله ہی شعله

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

تو نورِ عینی

تو قلبِ جسمی

تو روحِ قلبی

روحِ آج بولا

من کنت مولا ————— یہ کون بولا

خرمین کی بجلی

عینِ تجلی

دے کے تسلی

آگ بگولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

نورِ محسوم
پھول پہ شبنم
گیسے برہم
نعم المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

خوشبوئے گیسو
پھیلی ہے ہر سو
گویا ہوا ہو
لیس المولیٰ

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

واصفِ گھائل
ٹوٹا ہوا دل
ہر دل کہ بادِ دل
بِسْمِ نَبِ بولا

من کنت مولیٰ ————— یہ کون بولا

حیدر حیدر

حیدر حیدر یا حیدر
حیدر اللہ کا منظر

جو چاہے کرے فتاد
ہاتھ خدائی ہے کیا ڈر

حیدر کے ہیں سارے گھر
مورکھ کھولو دل کے در

سجدہ کر اور بات نہ کر
در حیدر اللہ کا در

سرو اصفت کا حیدر در
حیدر حیدر یا حیدر

علیؑ

علیؑ عرفان کا در ہے، علیؑ گویا ولی گر ہے
 علیؑ مستی کا ساگر ہے، علیؑ وارثِ پیغمبر ہے

دروہ ان پر سلام ان پر علیؑ جن کا برادر ہے
 علیؑ تطہیر کا پیکر علیؑ عترت کا شوہر ہے

علیؑ کا نام اسد اللہ علیؑ کا چہرہ و وجہ اللہ
 ید اللہ ہے ولی اللہ، علیؑ ملت کا رہبر ہے

علیؑ اصل شہادت ہے، علیؑ سجدوں کی عظمت ہے
 کہیں شبیر کا سجدہ، کہیں سجدے میں شبیر ہے

نبیؑ خاتم نبوت کا، علیؑ خاتم خلافت کا
 نبیؑ کا کون ہے ہم سر، علیؑ کا کون ہم سر ہے

علیؑ کی شان یکتائی، ہمیں ہر جا نظر آتی!
کہیں مرہب، کہیں خیبر، کہیں نوکِ سناں سر سے

نبیؐ ذاتِ نور اللہ، علیؑ ہے نور کا شیدا
علیؑ ہے شاہدِ اولیٰ، علیؑ کا کعبے میں گھر ہے

میں ہوں واصفِ علیؑ و درِ علیؑ ہے میرا افسانہ
مجھے ہے کام سجدے سے علیؑ کے در میرا سر ہے



السلام اے ساتی کوثر کے نور
 السلام اے رشکِ صد موسیٰ و طور
 السلام اے دینِ حق کے پاسباں
 السلام اے صد "انا الحق" کے سرور



سید و سرور محمد کے جمال
 اے نقیبِ حق علیٰ حمید کے لال
 گوہرِ نایاب و یکتا با کمال !
 السلام اے کہ ممشیلِ بے مثال

السلام اے کہ امامِ قبلتین !
 السلام اے زاجتِ جاں نورِ عین
 السلام اے مستیِ عرفانِ حق
 السلام اے سید و مولا حسینؑ

حُسینؑ

سایۂ مصطفیٰؐ حُسینؑ
ہدیۂ مرتضیٰؑ حُسینؑ

نورِ حُندا ہے با حُندا
جذبۂ لالہ حُسینؑ

ارض و سما ہوئے اُداس
میر رہ بفتا حُسینؑ

مست ولاتے مست گم
جامِ جہاں نما حُسینؑ

شرح حدیثِ غم توئی
ساجدِ بے ریا حُسینؑ

کیا ذمے خدا تیرا صلہ
صلۂ وفا حُندا حُسینؑ

امام حسینؑ

زہبیر کا رواں حسینؑ، رہو بے گماں حسینؑ
 آج مگر کہاں حسینؑ، مرکز ہر فتنوں حسینؑ
 ہائے قلیل بے خطا، ہائے شہید با رشنا!
 دشتِ بلا میں بے نوا، راقمِ داستاں حسینؑ
 اصغر و اکبر و عباسؑ، کوئی نہیں ہے آج پاس
 گویا وہ ہے حرفِ یاس، پیکرِ بے زباں حسینؑ
 دینِ پناہ و حقِ نگر، مشکل کشا و چارہ گر
 گھر بھی لٹا، کٹا ہے سر، حیرتِ دو جہاں حسینؑ
 زلفِ نبیؐ کا خم توئی دستِ علیؑ کا دم توئی
 لوح بھی اور مسلم توئی، تیرا نشاں عیاں حسینؑ

و اصفِ بے نشاں بھلا، کیوں نہ کہے یہ بر ملا
 کوئی تیرے سوا بھی تھا، دین کا پاسباں حسین

غَم شَبِیر^{۳۴}

قلم کی تاب کہاں کہ کرے بیانِ غم
 فسانہ غم شبیر کا کسے ہے دم
 نہیں ہیں کوئی دشامی پہ کائناتِ حزیں
 ہے آسمان پہ ماتم زمیں ہوتی بے دم
 جگر بول کا سبطِ رسولؐ ابنِ علیؑ
 کہ جس کے اصغرؑ و اکبرؑ گئے، گیا قاسمؑ
 گتے ہیں پانی کو عباسؑ شلے کے مشکیزہ
 کٹے ہیں بازو سے نور مگر بلند علم
 کیا گیا ہے مدینے کے در کا دل زخمی
 یہ کون آیا ہے تلوار لے کے تیرو بلم
 میں جانتا ہوں کہ ابلیس فوج لے آیا
 پرانے سجدے کا بے دین کو ابھی تھا غم

جواں جوانوں سے لڑتے تو کوئی بات تھی

مریض ساتھ ہیں بچے ہیں بنات شاہِ اممؑ

ہے آج خیبر و مرہٹ کے فاتحین پہ ظلم

ہے بے کسی میں شہنشاہِ فخرِ دو عالمؑ

ہے آج ضد کسی ابلیس کو کر و تسلیم

قلم تو ہو گا مگر حق کا سر نہ ہو گا خم

ہمیں ہیں ساقی کوثر، ہیں شافعِ مہت

خدا کے گھر کے نگہباں نہیں ہیں مالکِ ہم

حسینؑ نام ہی حسن و وفا کا منظر ہے

حسینؑ جامِ نجف ہے نبیؐ کی زلفِ کاخم

حسینؑ رازِ نہاں کا امین ہے واصف

حسینؑ ناطقِ قرآن ہے خدا کی قسم

گنج بخش فیض عالم

السلام اے گنج بخش فیض عالم السلام
 پرتو نور محمد شیخ اعظم السلام
 السلام اے شہرہ بطحی کے نور و نور چشم مرتضیٰ
 شارح شان جلال دین قیم السلام
 قبلہ گاہ خواجہ ہندالولی روضہ ترا
 کعبہ گنج شکر، گنج معظم السلام
 السلام اے سید مجبور قطب الاولیاء
 چشم لرزاں السلام وزلف برہم السلام

ملتِ بے مایہ کو گم کر گئی کم مانگی !

ایک ہم ہیں اور ہے افتادِ پیہم السلام !

کیا قیامت ہے کہ پاکستان ہے زیرِ عتاب

ہم تماشا ہیں تم اسٹانی دو عالم السلام !

کر گئی مجھ کو قلم در آپ کی شانِ عطا

بارگاہِ حسن میں واصف ہے راقم السلام !

داتا کے غلاموں کو

داتا کے غلاموں کو اب عید منانے دو
 سرکار نے انا ہے محفل کو سجانے دو
 یہ نور نبی کا ہے داتا ہے زمانے کا!
 اس در پہ عقیدت سے اب سر کو جھکانے دو
 بغداد سے غوث آئے اجمیر سے خواجہ بھی
 داتا کے غلاموں کو اب رقص میں آنے دو
 مستوں کو مبارک ہو پر کیف گھڑی آئی
 بھر جائیں گے پیمانے نظریں تو اٹھانے دو
 یہ وقت ہے رحمت کا وہ سامنے بیٹھے ہیں
 داتا کی گزرگاہ میں پلوں کو بچانے دو

یہ خاص عنایت ہے واصف میر داتا کی
 سہرا یہ حقیقت کا نصرت کو سنانے دو

خواجہ معین الدین

ہے دل میں عشقِ نبیؐ کا جلوہ نظر میں خواجہ ہمارے ہیں
 ہمارے خواجہ ہمارے آنکھن میں آج تشریف لارے ہیں
 نگر نگر میں کرو منادی ہے آج خواجہ پیا کی شادی
 نظر بلا کر وہ داسیوں کو سدا سہاگن بنا رہے ہیں
 ہر ایک دل میں سرور ان کا ہر ایک نظر میں ظہور ان کا
 وہ اپنی آنکھوں کے میکدے سے شرابِ الفت پلا رہے ہیں
 ہمارے خواجہ کے سب سوالی کوئی گیا آج نکش خالی
 گدا نوازی کی شان یہ ہے کہ سب کی بگڑی بنا رہے ہیں
 یہ زندگی ہے نیاز ان کی ہے دل میں قائم نماز ان کی
 حرم سمجھ کر اس آستان پہ ولی زمانے کے آرہے ہیں

ضرور فیضِ کرم ملے گا، ضرور دل کا چمن کھلے گا !
 ہم اپنے خواجہ معینِ حشمتیؒ کی آج محفلِ سجاد ہے ہیں
 فرید، صابر، نظام آئے کہ شاہ بن کے سلام آئے
 قطبِ ولی آج مستیوں کے بھی خزانے لٹا رہے ہیں
 ہے ان کے سر پر علیؑ کا سایہ، نبیؐ نے ہندِ الولی بنایا
 جہاں سے خواجہ معینؒ گزرے وہ راستے جگمگا رہے ہیں

یہی تو معراجِ آرزو سے بلند دروازہ رُوبرو ہے
 درِ عطا پر پہنچ کے واضح ہے ہم اپنی بلکین بچھا رہے ہیں

سائیں محمد حسین کانوال والی سرکار

تیری لب بندی میں پوشیدہ جمال گفتگو
استانے پتیرے لائی ہے حق کی جستجو

میسے بابا کا یہ فیضانِ نظر دیکھے کوئی
اک نظر سے کرتے ہیں جاری دلوں میں ذکرِ ہو
موتو اقبل ان تموتوا کی یہی تفسیر ہے
اپنا روضہ زندگی میں ہے نظر کے روبرو

روز و شب اس آستان سے قادری لنگر ملے
کر دیا اس مردِ حق نے اہلِ دل کو سرِ خرو
سائیں کانوال والیا، تو نے کیا روشن چراغ
جس کے جلوؤں کی ضیاء باری ہوئی ہے چارسو

پھر کوئی آئے نہ آئے مردِ حق تیری طرح
میکشوساقتی کی چشمِ مست سے بھر لو سبُو

تُو سمندر پی کے بھی خاموش ہے بابا میرے
بولنے والوں کے حصّے میں نہ آئی اب جو

یوں تو واصِفِ اک زمانہ کے فقیروں سے ملا
آنکھ نے تازہ کیا اگر یہاں اپنا وضو

غلام مصطفیٰ ہوں

نہ میں شاعر نہ شاعر کی نوا ہوں !

بس اک ادنیٰ غلام مصطفیٰ ہوں

علی ابن ابی طالبؑ کا سگ ہوں

مگر رندوں کی محفل کا دیا ہوں

بنا ہوں شاہ نظام الدینؒ کا خسروؑ

یوں ہی خسرو کی چوکھٹ سے لگا ہوں

نبیاز عشق میں ڈوبا ہوا ہوں

غرور حسن بن کر آگیا ہوں

متاع ہرزماں ہیں اشک میرے

سرور جاوداں کا ماجرا ہوں

بزرگ گل کھلا ہوں شاخ گلشن

جہان رنگ و بو کو جانتا ہوں

حیاتِ جاوداں کا راز پایا!
سرِ تسلیم یوں خم کر گیا ہوں

تجلی نے کیا واصف کو بے خود
خدا جانے میں کیا تھا اور کیا ہوں

نشانِ کاروانِ

نشانِ کاروانِ بھی ہو گئے گم
کہ کنتو خیر امت کیا نہیں تم

کھلا دشمن کار از اب تک شاید
کہ پیسہ اور بیٹیا ہی عدو لکم

تلاشِ حق میں نکلو حق کو پاؤ
سمجھ لو فا ذکر وانی اذکر کم

بہت کھولے گئے اسرارِ الہ
مگر یوں تک رہے ہو جیسے موسم

تہیں کر گس نے نوچا پا کے مردہ
مگر حکمِ خدا ہے قوم ہو قسّم

شفائے جسم تو ہو جاتے لیکن
پُرانا مرض ہے فی قلوبکم

رحیلِ کارواں کا وقت آیا
مگر ہندی لگی ہے فی یدیکم

حیات جاوداں کو کیسے پاؤ
کہ خد کو چھوڑ کر تم ہو گئے خم

مکین لامکان کی بات سن لو
ہوا ہے جلوہ گرفتِ انفسکم

نظامِ میکدہ بدلا ہوا ہے
کہ ساقی ہیں اولی الامر منکم

سریرِ جاں کا مطلب بھی سمجھ لو
مقامِ شکر ہے ولنبلونکم

امام وقت کے آنے دن ہیں
اگل دواگ جو ہے فی بطونکم

مجھے پر مغاں نے کہہ دیا ہے
کہ فاتبعوا نی یحبکم

کبھی انا کبھی معنا کبھی نحن
سمجھ پاؤ نہ تم ہو ہما ہم

وہی ملت ہے جو تھی خیر امت
کہ ارسلنا رسولاً منکم

نشانِ بے نشان ہیں جانِ عالم
نہ سمجھو تم تو بشر مثکم

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے سن لو
غرق ہو جاؤ گے فی طغیانکم

عبادت فرض ہے مل کر کرو تم
نہ بھولو حکمِ اعد و اربکم

تھارے حال پر روتی ہے رحمت
یا ایہا المزمحل قسم!

کہ شاعر کی نوا سمجھے اسے بھی
تولی دینی و لکم دینکم

صدائے حق سے باغی ہو گئے ہو
ہذا فراق بینی و بینکم

کہا و اصف نے جو کچھ بھی سنا ہے
وگرنہ وہ تھا گہری سوچ میں گم

تیری یاد کا ولی ہوں

میں کھی کی ہوں نظر میں کہ جہاں میری نظر ہے
 مجھے کیا خبر نہیں ہے کہ مجھے کہاں خبر ہے
 میری زندگی میں کس نے کیا انقلاب برپا
 نہ ہے شام شام اپنی نہ سحر میری سحر ہے
 ہے شبِ فراق روشن جلے دیپ آنسوؤں کے
 نہ ہوستی فنا جب کہاں ہستی سفر ہے
 تیرا نام لے رہے ہیں تیرے راستے کے ہزن
 ہے فریب چارہ سازی کہ فساد چارہ گر ہے
 کوئی عزم کو بکن ہے کوئی رازقِ وطن ہے
 ہے حدیثِ حسنِ شیریں کہ یہ خسروِ دگر ہے
 نہ غنائے قیصری ہے نہ ادائے دلبری ہے
 نہ وہ بندہ پروری ہے نہ وہ شوخیِ نظر ہے

کوئی بدگماں حرم سے کوئی پاسبان حشرم کا
 یہ زوال رہبری ہے کہ کمالِ رہبر ہے
 یہ امیرِ کارواں ہے وہ معینِ بے کساں ہے
 نہ اسے میری خبر ہے نہ اسے تیری خبر ہے

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے کہ سکوتِ دو جہاں ہے
 نہ ہے دل میں دردِ باقی نہ فعال میں اب اثر ہے
 کوئی مر رہا ہے شاید کہ ہجومِ کرگساں ہے
 میرا گھر جلانے والے مجھے تیرے گھر کا ڈر ہے
 تجھے کیا خبر نہیں ہے کہ بدل گیا زمانہ !!
 پھرے آفتابِ اٹا، وہ گھڑی قریب تر ہے

تیری یاد کا ولی ہوں کہ میں واصفِ علی ہوں
 میری انتہا یہی ہے تیرے سنگِ در پہ سر ہے

میں

میں کیا ہوں معلوم نہیں
میں قاسم مقسوم نہیں

میں تسلیم کا پیکر ہوں
میں حاکم محکوم نہیں!

میں نے ظالم سے لیکن
میں پھر بھی مظلوم نہیں

میں مستی کا ساغر ہوں
ہوش سے میں محروم نہیں

تیری رحمت چھوڑے کون
توبہ میں معصوم نہیں

میشرے تبریزی انداز
میں مولائے روم نہیں

میں مسجودِ ملائک ہوں
میں راتم مرقوم نہیں

میں مخلوق کا خادم ہوں
کون میرا مخدوم نہیں

جیتے جی مر جاتا ہوں !
مرکے میں معدوم نہیں

میں نے کیا کیا دیکھا ہے
میں یونہی مسموم نہیں

میں صحرا کی جان ہوا !
میں بادِ مسموم نہیں

میں مایوس نہیں لیکن
امیدِ موہوم نہیں

واصف کیا نظمیں لکھے
رنگِ جہاں منظوم نہیں

اذانِ حُرِّ

بڑا گھمنڈ، تفاخر، غرور اور تمسکین
 یہ لے کے پہنچا کہاں سجدہ گاہ میں تو جبیں
 لباسِ عطر میں ڈوبا ہوا ہے فکر میں دل
 زباں پہ نامِ خدا سُرخ چہر چہین بہ چین
 عصا مویٰ لئے ہاتھ میں پھر ہے کہاں
 فرعونِ وقت بتاؤ اسے یہ ہے مسکین
 کہ قہقہوں کی بلندی ہی اس کی لہستی ہے
 فغانِ نیم شبی مانگتا ہے یہ بے دیں
 نظامِ نو کی خبر دے رہا ہے اک چوہا
 کہ جیسے شیر کوئی کارواں میں ہے ہی نہیں
 بڑی سریلی اذانوں میں محو ہیں سارے
 اذانِ حُرِّ بھی سُنی آپ نے یہاں کہ نہیں

ہے خود تو جھوٹا مگر بات کہہ رہا ہے صحیح

بڑا مکار ہے یہ بیچتا ہے دینِ مبین

غلامِ جان کے ان بے کسی کے ماروں کو

سنوارتا ہے یہ دنیا بگاڑتا ہے دیں

امام بننے کا ہے شوق اس کو مدت سے

بتا ہے درسِ نظامی کے آسماں کی نہیں

”خدا کی راہ میں جو مر گیا شہید ہوا“

جناب! اے خدا آپ کو ملی کہ نہیں!

خدا کے شکر میں بھرتا ہے پیٹ کو اتنا

کہ جیسے پیٹ ہو کچھوے کا، واہ رگہ بریں

حدیثِ قدسی کے ہر راز سے یہ سے آگاہ

بلانہ گوشہ کوئی ہو گیا ہے سے کوٹھی نشیں

یہ ہیں غزالیٰ دوراں کہ رومی ملت!

کہ دام لے کے جو بولیں تو جھوم جائیں

مکان اس کے ابھی چار پانچ چھ ہونگے

مگر یہ رکھتا ہے بارہ اماموں پر بھی لقتیں

ملے جو کثرتِ دولت بیاں کرے وعدہ!
غریب لوگ بلائیں تو اس کو وقت نہیں

بیانِ تقویٰ تو کل طہارت و توبہ

بغیر دام کے بولے تو یہ کہاں کا ہیں

غریب بھائی تمھاری ہی ہوش ختم ہوتی
تمھارے خون کا ہے طالبِ عاقبت کا نہیں

نماز دار پہ ہوگی یا کسربلا میں ادا!

کہ اب چکنے کو ہے لہ از عاشقی کا نگین

جبین شوق سے خود ڈھونڈا ستا حسن

صنم خیال کے سب توڑ دو کہ وقت نہیں

یہ کون بول رہا ہے نہ پوچھو واصف سے
کہ وہ بیچارہ تو کاتب ہے رازدار نہیں

فصلِ گل

پھر بہار آئی گلستاں میں کھلے سرو و سمن
 چاک کر ڈالے گلوں نے اپنے اپنے پیرہن ؛
 جھومتے ہیں وجد میں آکر جو انانِ چمن
 پھر عنادِ بلبک و تسری ہو گئے ہیں نغمہ زن
 عالم آرا ہو گئی مشاطہ حسنِ ازل !
 دشت میں بادِ صبا ہے جیسے کوئی بے وطن
 آج شاخوں سے شگوفے پھوٹتے ہیں اس طرح
 دل کی تاریکی میں پھوٹے جیسے یادوں کی کرن
 رنگ و بو نے توڑ ڈالا ہے خزاؤں کا طلسم
 نیم شب کے آنسوؤں سے ہے فروزاں انجمن
 شکرِ جذبات سے تاراج ہے تسلیم ہوش
 حسن کی رعنائیوں سے ہے جنوں شاہِ زمن

سوئے گلشن اُمٹھ رہی سے شاہبازوں کی نگاہ
 لوٹتے ہیں خاک میں اب کر گس و زاع و زغن
 مٹ گئے صیاد و گلچیں، جھومتی ہے ہر کلی
 بے خطر بے خوف اپنے حسن میں ہو کر مگن
 پھر قبائے لالہ سے بکھرا جمالِ گلستاں
 بے نقاب ہے نقابِ نو عروساں چمن
 ہر روش گل پوشی ہے جیسے ہو فردوس بریں
 آئینہ در آئینہ دیکھا چمن اندر چمن

دل کے آئینے میں واصف جھانکنے کی دیر ہے
 گلشن ہستی کے در پر ہے نکول چرخ کہن

رنگِ چمن

بدل کر رہ گئی رنگت چمن کی
 نگاہیں جھک گئیں سرو سمن کی
 خبر لیجے کسی کے پیرہن کی
 ہونی تجدید پھر دار و رسن کی

چھڑی ہے داستان اس بانگین کی
 پھبن کی گیسوؤں کی اس دہن کی
 بری نیت ہے کیوں ناع و زغن کی
 خدایا خیر ہو میرے وطن کی

مٹی ہے کیا سزا ہم کو لگن کی
 قیامت ہے توجہ اس مگن کی
 کہ آئے بو بدن سے گو ختن کی
 نہ کیجے بات مر کے بھی کفن کی

عجب سے بات اس دیوانہ پن کی
 نہ تن کی ہوش ہے باقی نہ من کی
 ضرور ہے کسی دنیا کے دھن کی
 حقیقت کھل گئی دارِ محن کی

ملے گی خاک میں مٹی بدن کی
 زمیں معتوب ہے چرخ کہن کی
 کوئی صورت نہیں باقی امن کی
 بچھے گی آگ کیسے اس بطن کی

مگر کیا بات ہے میرے سخن کی
 ہے قائم جس سے زینت انجمن کی
 یہی ہے بارگاہ شاہِ زمن کی
 سند پائی ہے کیا و اصف سخن کی

شہرِ لاہور تھا

پاک دامان کا گھر شہرِ لاہور تھا
 یعنی داتا نگر شہرِ لاہور تھا
 حُسن کا مستقر شہرِ لاہور تھا
 عشق کا راہبیر شہرِ لاہور تھا
 محترم مقتدر شہرِ لاہور تھا
 گنجِ علم و ہنر شہرِ لاہور تھا
 طلبِ قلب و جگر شہرِ لاہور تھا
 معتمد معتبر شہرِ لاہور تھا
 چارہ جو چارہ گر شہرِ لاہور تھا
 ملک کاشیر نر شہرِ لاہور تھا
 رُخِ رشک و قمر شہرِ لاہور تھا
 دانش بنجیہ گر شہرِ لاہور تھا
 حشمت و جاہ و فر شہرِ لاہور تھا

اک انوکھا گھر شہرِ لاہور تھا

دلی سے بیشتر شہرِ لاہور تھا

اک فغانِ سحر شہرِ لاہور تھا!

بے ریا بے خطر شہرِ لاہور تھا

مستی و مست گر شہرِ لاہور تھا

جامِ باب النخبر شہرِ لاہور تھا

حق پناہ حق نگر شہرِ لاہور تھا

خسرو تاجور شہرِ لاہور تھا

بامِ دور بانظر شہرِ لاہور تھا

واصفِ بانخبر شہرِ لاہور تھا

بزمِ داتا نگر شہرِ لاہور تھا

کل تلک ہی مگر شہرِ لاہور تھا

وہ یہی شہر تھا یا کوئی اور تھا

سعرِ عرشِ نعرہ بپا ہوا

سسر عرشِ نعرہ بپا ہوا کہ یہ کون ہے اسے کیا ہوا
 کوئی منچلا ہے کہ دل جلایا وجودِ بہتِ فنا ہوا
 یہ مقامِ دل ہے کہ الاماں یہ کہاں نصیبہ قدسیاں
 کہ فغاں گئی سوئے لامکاں تو مکس کا دل تھا ہلا ہوا
 یہ دعا تھی ایک غریب کی کسی دل جلے کے نصیب کی
 کہاں بات تھی یہ قریب کی کہ فلک کا در تھا کھلا ہوا
 اسی قوم کی کہ جو سو گئی وہ بھٹک کے رہ بھی کھو گئی
 وہ جو یادِ رفتہ ہی ہو گئی کسی راہزن کا بھلا ہوا
 چلے ہند سے تھے جو قافلے کہ خدا کی راہ میں لٹے ہوئے
 ابھی آکے ٹھہرے ہی بھی نہ تھے کہ فساد و فتنہ بپا ہوا
 یہ مثال ایسی مثال ہے کہ مثال اس کی محال ہے
 ہو اکیسا قوم کا حال ہے ہو چرخ جیسے بٹھا ہوا

یہ انوکھی راہوں پہ آگئی کہ گئی ابھی کہ ابھی گئی
 ملے راہ برتوں سے کسی نہ کسی سے وعدہ وفا ہوا
 یہ خدا کے نور کی نور ہے ابھی منزلوں سے ہی دور ہے
 ہوا ہر قدم پہ تصور ہے کہ حجاب سا ہے پڑا ہوا

یہ پلٹ کے جھٹے تو تہرے یہی قوم حاصل دہرے
 پڑی ساحلوں پہ یہ لہر ہے کہ ہے اس پہ جادو کیا ہوا



طالب علم سے

ملت کے جواں غور سے سُن لیں یہ کہ سانی
 اب اتنی نئے دور کی یہ صبح سہانی
 استاد کی عزت سے ملے راہ ترقی
 اب چھوڑیے گستاخی کی یہ رسم پرانی
 رعبہ کے گریباں پہ ہے ہاتھ تمہارا
 لا حول ولا یہ تو ہے شیطان کی نشانی
 ہے کھیل تماشوں میں بڑا وقت گزارا
 ماں باپ کا ہے خون جسے تم سمجھے ہو پانی
 تعمیر تری اپنی ہی تعمیرِ وطن ہے!
 تکمیل جنوں میں نہ لٹا اپنی جوانی
 ہے تیرے لئے علم کی راہوں میں اندھیرا
 میں نے یہ سنا تیرے ہی رہن کی زبان

تعلیم کی تکمیل میں ہے تیری سیاست!
 لیڈر ہیں بہت کہنے کو یہ رام کہانی
 اسلام کا گھر ہے یہاں اسلام رہے گا
 اسلام ہے باقی تیرے لیڈر ہی ہیں وسانی
 استاد کی عزت کرو ماں باپ کی خدمت
 کافی ہے وطن کے لئے اسلام کا بانی!
 اسلام کی رو سے ہی مساوات ملے گی
 گھبرائیے کیا آنے کو ہے صبح سُہانی
 دولت کے پُجاری ہی ہیں ملت کے لیڈرے
 ڈاکو کو سزا ملتی ہے، ہے رسم پُرانی
 تم علم کی تحقیق میں مغرب کو پچھاؤ
 لے او ذرا چاند پر رکھی ہے نشانی
 جنگل میں ہیں جلسے کہ ابھی شیر نہیں ہے
 آئے گا تو گیدڑ سبھی چلائیں گے پانی
 راتوں کو بُرے لوگ پھرا کرتے ہیں واصف
 سورج کی شعاعوں نے مگر ایک نہ مانی

اور میں ہوں

سکوتِ دو جہاں ہے اور میں ہوں

میرے دل کی فغاں ہے اور میں ہوں

ہجومِ بیکراں ہے اور میں ہوں

دو ذرِ غمِ عیاں ہے اور میں ہوں

حقیقت کا بیاں ہے اور میں ہوں

نیازِ قدسیاں ہے اور میں ہوں

یہاں پر مغاں ہے اور میں ہوں

شرابِ ارجواں ہے اور میں ہوں

ہجومِ عاشقاں ہے اور میں ہوں

میری ہی داستاں ہے اور میں ہوں

رحیلِ کارواں ہے اور میں ہوں

یقینِ بے گماں ہے اور میں ہوں

مالِ اَشیاءِ ہنہ اور میں ہوں

وہی برقی تپاں ہے اور میں ہوں

نشانِ رفتگاں ہے اور میں ہوں

حرمِ کاپاسباں ہے اور میں ہوں

وہاں تشنگاں ہے اور میں ہوں

کہ کانٹوں کی زباں ہے اور میں ہوں

حدیثِ دلبراں ہے اور میں ہوں

پرانا رازداں ہے اور میں ہوں

حرمِ کشتگاں ہے اور میں ہوں

حیاتِ جادواں ہے اور میں ہوں

سرورِ کن فکاں ہے اور میں ہوں

نظامِ ناگہاں ہے اور میں ہوں

بہارِ بے خنزاں ہے اور میں ہوں

نگاہِ دل رواں ہے اور میں ہوں

وہی کل کا سماں ہے اور میں ہوں

وہ مصروفِ بیاں ہے اور میں ہوں

وفائے دوستاں ہے اور میں ہوں

نصیبِ دشمنان ہے اور میں ہوں

زبانِ جاہلاں ہے اور میں ہوں

سکوتِ عارفان ہے اور میں ہوں

وجودِ ناتوان ہے اور میں ہوں

بہرِ سوزِ قصصِ جاں ہے اور میں ہوں

حمیرہ پر نیاں ہے اور میں ہوں

سرسریہ ریگِ جاں ہے اور میں ہوں

ہجومِ لیدراں ہے اور میں ہوں

فلاں ابنِ فلاں ہے اور میں ہوں

لڑائے قمریاں ہے اور میں ہوں

ندائے طوطیاں ہے اور میں ہوں

جوابِ لن تراں ہے اور میں ہوں

غزورِ مہوشاں ہے اور میں ہوں

امامِ ہر زماں ہے اور میں ہوں

وہی فخرِ بیاں ہے اور میں ہوں

قلندر کا نشان ہے اور میں ہوں
برنگِ آسماں بنے اور میں ہوں

پسنگِ آسماں ہے اور میں ہوں
کہ واصفِ نیم جاں ہے اور میں ہوں



میں کون ہوں

میں کون ہوں کیا پوچھا ہے اُتھ کو بتا دوں
 اک دہکی ہوئی اگ ہوں چاہوں تو جلا دوں
 میں پریم کا ساگر ہوں ترے پاس رہا ہوں !
 مہذبہ کھولی ذرا اچھ کو بھی دو گھونٹ پلا دوں
 یہ جاننا چاہتے ہو کہ ہوں راز میں کس کا؟
 اُ خاک میں ملنا ہے تو ہمسرا بنا دوں
 میں راز تو کھولوں گا مگر پیشتر اس کے
 چاہتا ہوں کہ آدابِ قلندر ہی سکھا دوں
 فطرت نے مجھے بخشا ہے وہ ذوق تماشا
 بارنگ کو بے رنگ کے پردے میں چھپا دوں
 مشرق سے اگر آؤں تو ہوں زیست کا پیغام
 مغرب سے نکل آؤں تو ہر نقشِ مٹا دوں

خاموش رہوں خاک کا ذرہ ہے میرا نام
 مستی کا بنوں نعرہ تو افلاک ہلا دوں
 سرگم ہوں کسی سوز کا میں دکھ کا ہوں گانا!
 اک ہوک ہوں پتھر کے کلیجے کو ہلا دوں

طوفان سے کھیلا ہوں کہ ہوں موج تلام
 ساحل جو نظر آئے سمندر میں گرا دوں
 ناقوس ہوں میں وقت کا، میں بانگِ درا ہوں
 میں دوش کو فردا کبھی امروز بنادوں
 سچا ہوں ولی ہوں کہ میں اک رندِ علی ہوں
 مخفی ہوں جسی ہوں میں بیٹھے کیسے بتادوں

واصفِ پہ گماں کر کے بڑا ظلم کیا ہے
 بخشا ہے الہی نے بڑا دل کہ بھلا دوں



نہ یہ راز ہے نہ سراب ہے

کوئی ہمسفر ہے نہ رازداں
چلا دل نظر کا ہے کارواں

ہے چین چین مرا ہم زباں
لو تڑپ کے جل اٹھیں بجلیاں

یہ جہاں مرا ہے کہاں جہاں
میرے مہرباں ہے ترا جہاں

تیری اک ادا کا ہے فیصلہ
ہمہ دلبری ہمہ دلبراں

میرے جرم خانہ خراب کو
ملا اسرا تیرا آستان

ہے قدمِ حدوث سے ماورا
تو قدمِ حدوث کا ہے گماں

ہے قدمِ جلوہِ مدوٹ میں
تو قدمِ مدوٹ کی ضد کہاں؟

یہ ازل سے کہتے رہے ہیں ہم
کہ نظامِ ہستی ہے ناگہاں

میری بات میں وہ اثر ہوا
کہ جو کُن کہا تو ہوا "فکاں"

میری ذات میں ہوا میں نہاں
میں صفات میں ہوا ہوں عیاں

میرے ملک میں ہے نظامِ کیا
یہی پاک لوگوں کا ہے ستاں

ہیں غریب میرے میں ان کا ہوں
کہ نوا ہے ان کی بری زباں

میری قوم نوچی گئی ہے کیوں
کہ الگ بدن سے ہیں ہڈیاں

یہ ہجوم کیسا وطن میں ہے
ہمہ لیدراں ہمہ کرگساں

میں تیرا ہی حُسنِ خیال ہوں
میں تیرے ہی نام کا ہوں نشان

میرے ایک پنچے کی زد میں ہیں
یہ نظامِ نو کی تسلیاں !

میں اٹھوں تو اٹھتی زمین ہے
میں جھکوں تو جھکتا ہے آسماں

میں مٹاؤں دشمنِ ملک دین
میں نویدِ ہستی دوستاں

میرا نام کوئی نہیں مگر
میں بقائے ملک کا پاسباں

میری اک نظر کا شکار ہیں
جو بنے ہوئے ہیں فلاں فلاں

کوئی جا کے کہہ دو ذرا اسے
کہ تو فتنہ کیسے کرے یہاں

نہ یہ راز ہے نہ سرا ہے
ہے ظہورِ مولیٰ کی داستاں

یہ اسی کے فیض کا ہے کرم
ہے اسی کی بات ہری زباں

ہے وہ شیرشاہِ زمین مکاں
ہے مجال کس کی کرے گماں

میں جو خود مجسمِ غم بنا
میری قوم کا غم رہا کساں

نہ مٹا سکیں گے نشانِ منزل
ہر اک نشان پہ ہے آساں

وہ جو نقشِ بندِ وفا ہوئے
ہیں رضائے حق ہمہ چشتیاں

کہ جو سہروردِ تدیم ہیں
ہیں تمام میرے ہم زباں!

میں ہی شاہِ نو کا عشاءِ سلام ہوں
میں بنا ہوں نوشہرہ کارواں

میں ہی صابری رندِ قادری
میں ہری ہری میں ہی ست گماں

ہے نشانِ داتاے ہر زماں
ہمہ عاشقاں ہمہ خواجگاں

ہے سلام پہلا یہاں روا!
کہ یہ پاک مرقدِ بیبیاں

ہو درود لاکھوں سلام ان پہ
کہ جو ہیں اصلِ تجلیاں

وہ غریب آقا یتیم و مشکین
کہ روح امیں سر بسجده درباں

یہ اسی کا نور ظہور ہے!
کہ وہ شاہ شاہانِ خسرواں

بلغ العلیٰ کی بلندیوں
کشف الدُّجیٰ کی تجلیاں

حسنت جمیع کی شوخیاں
صلوا علیہ کی ہیں مستیاں

تو کہاں ہے واصفِ بے نشاں
ہے انہیں کے فیض کی داستاں!

مزدور

مزدور کا لیڈر بھی ہو مزدور تو ہے بات
مزدور کی قسمت میں ہے کب کاروں کی بارات

ہر شب جو کلبوں میں ہوں بدمست مے ناب
کیا جانیں کہ مزدور نے کائی ہے کہاں رات

یہ کرتے ہیں تو حین عنریبی کی ہماری!
قارون کے چیلوں نے کہاں بخش مسادات

انسان کو پیدا کیا اس خالق کل نے!
پیدا کئے جس ذات نے ارض و سموات

وہ چاہے کرے جیسے کرے قادرِ مطلق
ہے کس کی یہ ہمت کہ کرے اس سے سوالات

وہ چاہے یتیموں کو پیغمبر کا لقب دے
مٹھے سے اگاتا ہے عجب رنگ کے باعنات

خیبر جو اکھاڑے اسے وَجْهَ اللّٰهِ بنا دے
جس ہات میں کسکر ہوں اسے اپنا کسے ہات

جی چاہے تو لے آئے اسے دشتِ بلا میں!
جس کے لئے اک کھیل ہے اعجاز و کرامات

دریا کے کنارے رکھے معصوم کو تہنہ
دے ریت کو عزت تو پیشماں ہو فرات

مقتول کو تو زندہ جاوید بنائے
ملعون کو قاتل کو کسے مات پہ کھامات!

اس رب کی ہے تقسیم انوکھی میسر بھائی
کیا جانے سے مشرک و ملحد کی خرافات

پھینا ہے غریبوں کا اگر حصّہ کسی نے
مل جائے گا داپس کہ نہیں کوئی بڑی بات

ہے شرط مگر ایک کہ تسلیم کرو تم!
طالع ہیں خدا کے یہ جمادات و نباتات

وہ رزق کا ضامن ہے تیری جاں کا محافظ
وہ چاہے تو پیدا کرے شب و روز سے دن رات

عزت دے کسی کو تو کسی کے لئے ذلت!
جس حال میں رکھتے ہے اسی کی عنایات

ہم پر ہے اطاعت فقط اس ایک کی لازم
لیڈر کی خرافات سے نکلے گی حشر ابات

یہ ملیں بنیں گی کسی بجلی کا نشیمن!!
تم دیکھو تو کیا ہوتا ہے اب دور نہیں بات

مزدور نہ ہو خوش تو ہے لعنت ہی وطن پر
باغی ہو جو مزدور تو ہے ختم ہر اک بات

یہ ملک دیا جس نے سمجھالے گا اسے وہ
ہے چشمِ کرمِ ساتی کوثر کی عنایات

کچھ بات دعاؤں سے بھی ہو جاتی ہے حاصل
ہم بھول گئے طرزِ فعناں رسمِ عبادات

مزدور تھا خود والی اُمت تھا اگر خیر!

مزدوری عنریبی تو اسی نوڑ کی سوغات

کر شکر کہ مولا نے تجھے اپنا بنایا!

بے چین نہ ہو بھائی بڑے غور کی ہے بات

لعنت ہے وہ دولت کہ جو خود عنرض بنا ہے

لعنت ہے وہ لیڈر کہ جو ہو مست خرابات

لعنت ہے وہ غُربت کہ بھکے کفر کی جانب

رحمت ہے وہ غُربت کہ جو پا جائے نجات

یہ دُنیا ہمیشہ سے ہی مومِن پہ گراں ہے

لیکن یہ فرامین ہیں کیوں بتا ضنی قصبات

اسلام نے ہر مسئلہ حل کر کے دکھایا

مشرق کا ہے اعجاز نہ مغرب کے کمالات

واصِف نے غریبوں کو ہے یہ شردہ سُنایا

اب آنے کو ہے دور کہ بس بھاگیں گے جنت

عشق

تم چاہے جسے اپنا طلبگار بنا لو
بازار کو دیکھو تو خریدار بنا لو

ہر حرفِ تمنا تیرا اعجازِ نظر ہے
اظہار کے انداز کو اشعار بنا لو

قطرے کو اگر چاہو تو قلمِ نظر آئے
اک ذرّہ ناچیز کو فنکار بنا لو

اے عشق تیرے دم سے سے سب قِ تمنا
تم آتشِ نمرود کو گلزار بنا لو

تو ہاتھ نہ آئے تو یہ حیوان مجسم
انسان کو تم صاحبِ اسرار بنا لو

واصفِ اسی دنیا میں وہ دنیا بھی ملے گی
ہے شرط کہ تم عشق کو سالار بنا لو!

ظہورِ مولیٰ

ہے عجب کہ روتے غریب ہیں وہ کہاں جو رب کے قریب ہیں
 ملے براہِ برعجیب ہیں، کوئی سُر پہ جیسے چڑھا ہوا
 تو حرام کھا کے شراب پی، تو غریب مار کے خوب جی
 تو جہنمی ہے تو دوزخی، تیرا چہرہ دیکھوں جلا ہوا
 لئے فوج سب پہ کھڑا ہوا ہے غنیم در پہ پڑا ہوا
 تو ہے غرضِ خود میں گڑا ہوا تو ہی لیڈری کا خدا ہوا
 نہ امیر ہیں نہ فقیر ہیں کوئی رہبر ہیں نہ پیر ہیں
 یہاں بو ترا بی فقیر ہیں کہ ہے ملک اب بھی بچا ہوا
 نیا دور آنے کو ہے ابھی کہ غریب ہوں گے تو ہوں سبھی
 ملے چین پائیں سکوں جی بھی کہ ملے گا حصّہ چھنا ہوا

ذرا کھول کان کی کھڑکیاں ہے ظہور مولیٰ کی داستاں
 کسی طور پر ہیں تجلیاں کہ کلیم پھر ہے گرا ہوا !
 تجھے کیا بتاؤں او بے خبر یہ خبر نہیں ہے یہ ہے نظر
 مجھے حکم اتنا ہی تھا مگر کہ سُنایا جو تھا سُننا ہوا

ہے یہ عرضِ واصفِ رند کی کہ ملے حکومتِ فقر کو
 ذراتہ میں پہنچے پند کی کہ ہے حکمِ رب نے کیا ہوا

تلاش

کسی راہ بر کی تلاش ہے نہ ہی ہمسفر کی تلاش ہے
 وہ نظر جو میری نظر ہوتی، مجھے اس نظر کی تلاش ہے
 تو خبر کے دام میں آگیا، کہ جو مبتلائے گماں ہوا
 میں نکل گیا سوتے لامکاں یہ میری نظر کی تلاش ہے
 مجھے منزلوں کی طلب نہیں، کبھی ہوتی ہوگی یہ اب نہیں
 جو ترے خیال میں کھو گئی، اسی چشم تر کی تلاش ہے
 ترا غم ہی چارہ ساز ہے تیرا عشق ہی نماز ہے
 گھلا جب سے راز مجاز ہے، کسی چارہ گر کی تلاش ہے
 ہوں چراغ داغ بنا ہوا، سرِ شام جلتا ہوں شوق سے
 مرے پاس آئیں گے وہ کبھی جنہیں اک سحر کی تلاش ہے
 نہ فراق کی مجھے ہے خبر نہ خیال عرض وصال ہے
 میں جبین شوق ضرور ہوں پیر سنگ در کی تلاش ہے
 میں وہی ہوں واصف بے بہر تیری یاد میں ہوا در بدر
 کہ فنا بقا کی نہیں خبر تیری راہ گذر کی تلاش ہے

باغوں میں بہار آتی

باغوں میں بہار آتی
 پی پی ہے پیسے کی، کوئل کی پکار آتی
 گل چاک نہ ہو جائیں
 معصوم تمنا میں، بے باک نہ ہو جائیں
 معصوم نگاہیں ہیں
 پل بھر کی خوشی دیکھنی پھر عمر کی آہیں ہیں
 کیوں روتی ہے یہ شبینم
 تم تم نہ ہو گے جب، ہم بھی نہ رہیں گے ہم
 پل بھر کی خوشی دیکھی
 روتے ہوئے شبینم نے پھولوں کی سنسری دیکھی
 جو آنکھ بدلتے ہیں
 وہ لوگ زمانے میں پھر ہاتھ ہی ملتے ہیں
 یہ کیسا زمانہ ہے
 اس دنیا میں آنا ہی جانے کا بہانہ ہے

میں قطرے میں ہوں دریا

میں قطرے میں ہوں دریا
 میں قطرے میں ہوں دریا
 میں سمٹوں پھیلوں ہر سو
 میں مشرق میں ہوں مغرب
 میں شب بزم موتی تارا
 میں شب بزم موتی تارا
 میں چاہوں کس کو چاہوں
 میں پر بت دھرتی میری
 انت مجھے ہی پاؤ گے
 آج ملن کی اتنی رات
 میں ہوں پریم تمہارا کون
 تیری چاہت دھوکا ہے
 تو بھائی کی کاٹے جیب
 تو اندھا ہے کیا دیکھے
 میں ذرے میں ہوں صحرا
 میں ہوں اک بادل کالا
 میرا انت کہاں ہو گا
 میں اشکوں کی ہوں مالا
 میری چاہت پر نہ جا
 میں شہباز فلک میرا
 میرے جیسا ڈھونڈ کے لا
 رو رو کے تھا دن کاٹا
 تو ہے پیسے کا بھوکا
 میں ہوں دھوکے کا دھوکا
 نام نہ لے تو مولا کا
 میں نے تجھ کو دیکھ لیا

تو گھر کس کو کہتا ہے
 ہم سے غلطی ایک ہوئی
 نہ جانے ہم نے کیونکر
 ہم سندھی نہ پنجابی
 اب ہم غیروں کے ہیں غیر
 میں اسلام کا لیڈر ہوں
 میری ایک جماعت ہے
 میں نے افسانے لکھے
 میرا نام تو کل ہے
 میں چاہوں سب کو ماروں
 میں تقریر کا ماہر ہوں
 میں اب جنگ کروں تم سے
 لاٹھی گولی میرے پاس
 میرے پاس ہزاروں جن
 اب میرے تیور بدلے
 میرا ادب ہوا لازم
 مٹی ہے تو جس گھر جا
 لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ
 کس کے نام پہ ملک لیا
 ہم نے دلی کو چھوڑا
 یہ وہ ہم تم کون ہے کیا؟
 کون پڑھے لاسحول ولا
 اسلامی انداز مرا
 میں نے علم بڑا پایا
 میں اب تخت کا ہوں شیدا
 میرے پاس بڑا پیسہ
 نہ جانے کیا بول گیا
 مدت تک میں چپ بیٹھا
 نام تو لو اب جلسہ کا
 کارندے میرے طلبا
 اب میرا انداز نیا
 انا ربکم الاعلیٰ

میں موجود وجودی ہوں دیکھ ذرا میرا چہرہ
 میں ہی غیب کا عالم ہوں اب فتنہ برپا ہوگا
 میرے گھر میں سو کاریں میں اسلام نہیں ہوں کیا
 پاکستان بنایا میں نے! میں اس ملک کا بانی تھا
 میں اس ملک کا حافظ ہوں جو ہوگا ہو جائے گا
 اندھے لوگ کہاں دیکھیں میں جانوں کہ تھر حُدا

واصف نے کچھ پھونک دیا
 میرا کام تمام ہوا!

عید مبارک*

افسردہ ہیں افسلاکِ زمینِ عید مبارک
 آزرده مکان اور مکین، عید مبارک
 نمناک ندامت سے حسین، عید مبارک
 یہ عید کوئی عید نہیں، عید مبارک
 یہ صبحِ مسرت ہے کہ شامِ غمِ بیاں
 رنجیدہ و دلگیر و حزنیں، عید مبارک
 ملت کے جواں قید میں پابندِ سلاسل
 پردیس میں کیمپوں کے مکین، عید مبارک
 چھلنی کیا کونٹا رنے تاریخ کا سینہ
 دل کو نہیں ہستی کا یقین، عید مبارک

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پہلی عید کے موقع پر

تو جید پرستی ہی فقط جرم تھا میرا
گہنائی ہے کیوں عظمتِ دین مبارک
کچھ بھول ہوئی ہم سے یہ کہنا ہی پڑیگا

بے وجہ یہ اُفتاد نہیں، عید مبارک
افسوس تو یہ آج بھی ہم ایک نہیں ہیں

اک نظرِ کرم بانی دین! عید مبارک
کہنا ہے بصدِ عجز یہ اربابِ وطن سے

کب آئے گا وہ دورِ حسین، عید مبارک
بھٹکی تو ہے یہ قوم رہِ راست سے لیکن

اس قوم کا ثانی ہے کہیں؟ عید مبارک
پہنچائے اسیرون کو صبا، عید مبارک

گو دیر ہے اندھیر نہیں، عید مبارک
محبوس جوانوں کے عزیزوں سے یہ کہنا

مولائے نگہبان و امین، عید مبارک
یہ بات قلندر کی قلندر ہی کہے گا

گو بات یہ کہنے کی نہیں، عید مبارک

"ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات"
 رکتے ہیں کہیں پائے یقین، عیدِ مبارک
 پھر نعرۂ تکبیر سے گونجیں گی فضا میں
 آپہنچا ہے وہ وقت قرین، عیدِ مبارک
 مومن کبھی مایوس نہیں رحمتِ حق سے
 مومن کا ہے دل عرشِ برین، عیدِ مبارک
 آنے کو ہے اب دورِ ترا میرِ عساکر
 کہتی ہے تجھے فتحِ مبین، عیدِ مبارک

ملت سے شہیدوں کا لہو کہتا ہے واصف
 دنیا کے عوض بیچ نہ دیں، عیدِ مبارک

ترے جلوؤں کی زد میں آگئے ہیں
ہم اپنے آپ سے شرما گئے ہیں

ہمارے پاس ہی وہ آرہے تھے
بجا ہے ہم وہاں بے جا گئے ہیں

قیامت کا سہی دن تو طلوع ہو
سکوتِ شب سے ہم گھبرا گئے ہیں

بہت تھی مختصر و نیدادِ ہستی
چلے تھے گھر سے ہم گھرا گئے ہیں

لگا ہوں میں چھپا تھا قلزمِ اشک
یونہی داصف سوتے صحرا گئے ہیں

اک درد کا قصہ یاد رہا، میں دل کا لگانا بھول گیا
روزو کے بسنا یا افسانہ، عنوان بتانا بھول گیا

کب کس کی نظر سے اپنی نظر ٹکرائی کہاں تو یاد تو کر !
مدہوش نظر نے مست کیا میں ہوش میں آنا بھول گیا

ساقی کی نظر سے پی میں نے، میخانے میں کھرا ہم چما
زندوں نے بہت پوچھا لیکن میں نام بتانا بھول گیا

کل تک میں کسی کی بزم میں تھا اب ڈھونڈ رہا ہوں محفل کو
اک راگ الاپا تھا لیکن میں گیت سنانا بھول گیا

گستاخ نہیں بے باک سہی، ناگاہ نگاہیں چاہیں
میں سر کو جھکانا بھول گیا نظروں کو گرانا بھول گیا

واصف کو ملے انداز عجب آنسو ہیں مری سستی کا سبب
کس بات پر روتا ہوں ہر شب سے قصہ پُرانا بھول گیا !

اپنے دیس میں میں پر دیسی، اپنے گھر میں میں مہمان
 روپ انوکھے یاد تری کے، تو چاہے اب مان نہ مان
 بستی بستی، جنگل، صحرا، تجھ کو سا جن ڈھونڈا ہے
 ہر چہرے پہ آنکھ ہے میری، ہر آہٹ پر میرے کان
 دیرو حرم کی سرحد سے ہے، دور تمہارا دیس پیا
 شاہ رگ سے نزدیک ملا ہے کل یوم ہونی شان
 شمس و قمر میں تیرے جلوے، ارض و سما میں نور تیرا
 پتھر کا پنے نام سے تیرے، نجم و شجر ہیں یسجدان
 وحدت کثرت، کثرت وحدت، کھیل پرانا آنکھ مچولی
 خود کو اپنی آنکھ سے دیکھے، ہم سے کیسی جان پہچان

سائنس کی آرمی کاٹ رہی ہے عمر کا سایہ دار درخت

یہ بستی بسنے کی نہیں ہے، کوچ کا کر لیجے سامان

یثرب دولہا کے سنگ ہولی ہر دم کھیلے الرَّحْمٰن

یَسِّنْ وَحُمَزْمَلْ، طَهَّ نُوْرٌ وَالْقِرَآنْ

واصف بیچارہ کیا بولے، بھید تمہارا کیونکر کھولے

تو کیا ہے تو خود ہی جانے، یا جانے ناطق و تارن



تیرا ملنا محال کیا ہوگا
تو بلا بھی تو حال کیا ہوگا

سوچ کر لائیے جواب کوئی
جانتے ہو سوال کیا ہوگا

مرے ہوتے ہوتے ہوا نہ کبھی
بعد میرے وصال کیا ہوگا

تجھ کو دنیا سے ہی نہیں فرست
تجھ کو میرا خیال کیا ہوگا

یار کی یاد بن کے رہتا ہے
زخم کا اندمال کیا ہوگا

ان کی نظریں بدل گئیں واصف
شیشہ دل میں بال کیا ہوگا

دارِ ہستی منتظر ہے صد اناحق کی پکار
میکدہ میں جھومتی گاتی ہوتی اتنی بہار

چشمِ ساقی نے کیا ہر زند کو ہے رازداں
چاک ہے دامنِ گل بلبل ہوا ہے بیقرار

جلوۂ محبوب کی رنگینیاں ہیں ہر طرف
دیدۂ حیراں لئے دردِ دیوار ہے اتنی زردار

گرمیِ رخسار کہنا ہے تو کہہ لیجے اسے
زندگی بنے کیف تھی ذوقِ فنا کا ہے خار

بوعلی شہباز ہے شہباز ہے بوئے عسل
سب علی کا فیض ہے کہنے میں کیا ہوتی عار

اک انوکھے رنگ سے تعمیرِ ہستی ہو گئی
پھر جنوں نے کر دیا دامنِ خرد کا تار تار

کر گس و بگلے نے اپنا نام رکھا شاہباز
اور واصف چپ سے جلسے نہیں ہے ذوالفقار



میخانے کا در ہے مست نگر نذرانے میں سر پی لے کیا ڈر
 ساقی کی نظر سے پی پیح کر، صدح بام اگر ہمت ہے تو بھر
 مٹی میں ملے، تو راز ملے، ہر عفتدہ کھلے، یوں دور چلے
 دلبر نہ ملے، دل کیوں نہ جلے، جب شمع جلے، پروانہ رہے کیوں کر
 ساقی ہے جہاں، میخانہ وہاں، کر دل سے فغاں وجہ اللہ عیاں
 مت کھول زباں، کر راز نہاں، ہو جائے عیاں، تو دار پر سر
 میں کیسے کہوں جو چاہوں کروں دیکھوں یا سنوں، کن سے فیکوں
 اے سوزِ دروں میں کس سے ڈروں میں تھا میں ہوں، ہستی کا سفر
 نعرہ ہی مرا ہے بانگِ درا، دی میں نے صدا، افلاک ہلا
 اک گجر بجا، تو سویا رہا، اب سو کے دکھا، نوبت گھر گھر

میں جان گیا، پہچان گیا، تو نے جو کہا، سامان گیا
 لے آئے ہو کیا، پوچھے گا خدا، کر غور ذرا، اس وقت سے ڈر
 ملت کس کی، لاٹھی جس کی، بڑے جس کی، ہے تھی جس کی
 آرائش کی، آرائش کی، آرائش کی اب بات نہ کر
 کیوں چور ہوا، محبوبور ہوا، رنجور ہوا، بے نور ہوا
 جو دور ہوا، کافور ہوا، مغرور ہوا، نیچا ہوا شر

واصف کی گستاخی نہ کہو تم کیا جانو، تم کیا سمجھو
 مستی دیکھو، مستی سے ڈرو، چاہو تو سنو، ساقی حیدر



مرے ہی دل میں رہے اور رُوبرو نہ ہوتے
 برنگِ اشکِ ملے حُسنِ چار سُو نہ ہوتے
 مٹا خیالِ زمان و مکاں کہ جیسے ہمسما
 ترا جہاں ہوتے خاکِ کُوبہ کُوند ہوتے
 تیرے فراق میں صدیاں گزار دیں ہیں مگر
 تمہارے جیسے ملے لاکھ، ہو ہونہ ہوتے
 کہ رائیگاں ہوتے ابلیس کا نصیب ہوتے
 وہ سب کد جو کسی چوکھٹ کی اُبرو نہ ہوتے
 چلا ہوا ہے ازل سے ہی کاروانِ خیال !
 طیورِ قُدس کبھی صیدِ جستجو نہ ہوتے
 میں چاکِ ہستی ہوں مجنوں کا پیرہن تو نہیں
 یہ چاک وہ ہیں ازل سے ہی جو رُفونہ ہوتے

ڈبو گئی مجھے مستی میں اک نگاہِ کرم
 وہ دلو لے ہیں کہ جو حاصل سبُونہ ہوتے
 ترے جمال کی رنگت کہاں کہاں نہ ملی
 یہ اور بات کہ ہم حرفِ آرزو نہ ہوتے
 تمہارا ذکر ہر اک لب پہ اچلا تھا مگر
 ہم ایسے کھوئے کہ بس وجہِ گفتگو نہ ہوتے
 تمہاری یاد میں کعبہ بنا ہوا ہے دل !
 نگاہِ شوق کے سجدے بھی بے وضو نہ ہوتے

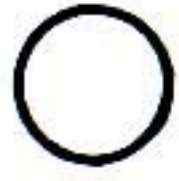
نشانِ منزلِ دل پوچھتے ہو کیا واصبت
 چمن کے پھول کبھی مخورنگِ دبو نہ ہوتے



مجھے کب زندگی کی آرزو ہے
 مگر جب تک تمہاری جستجو ہے
 بہاریں ہی بہاریں ہیں چین میں
 گلوں میں رنگ ہے باقی نہ بوجہ ہے
 ڈبو یا نا خدا نے جو سفینہ
 کناروں کو اسی کی جستجو ہے
 جدائی کی شکایت کر رہا ہوں
 اسی سے جو ہمیشہ روبرو ہے
 تیرے چہرے کی رنگت دیکھتا ہوں
 یہ کس کی آرزوؤں کا لہو ہے

جسے تو پی رہا ہے میکدے میں
 لوہے وہ لوہے وہ لوہے

تجھے اک بار کیا واصف نے دیکھا!
 تجھے پھر دیکھنے کی آرزو ہے



جو سنا تھا سنا دیا میں نے
یعنی سب کچھ بتا دیا میں نے

جس کو دیکھا گیا تھا صبح ازل
اس کا جلوہ دکھا دیا میں نے

بجلیوں کو مچلتے جب دیکھا
آشیاں خود جلا دیا میں نے

میں نے ہر سوتھرا راغم پایا
یوں ترا غم بھلا دیا میں نے

تیرے اشکوں کی بات کیا کہئے
 ہر قدمِ نوحوں بہا دیا میں نے
 سنگِ درخود تڑپ کے آ پہنچا
 یونہی سر کو جھکا دیا میں نے

رازِ تسلیم جب کھلا و اصف
 نقشِ ہستی مٹا دیا میں نے



مجھ کو مجھ سے جُدا کیا تو نے
میرا بن کے یہ کیا کیا تو نے

میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
اس قدر غم عطا کیا تو نے

اب طلب کی طلب نہیں مجھ کو
نقشِ فانی فنا کیا تو نے

چند لمحوں میں رات ختم ہوئی
صبح خنداں یہ کیا کیا تو نے

تیری چاہت میں دُور جا نکلا
 مار سوا ماورا کیا تو نے

آج واصف نے کہہ دیا اس کو
 بخدا باخدا کیا تو نے



مستی عرفان ہی، ہستی کا میری ناز ہے
 آنکھ کا ہر ایک پردہ اک جہانِ راز ہے
 لٹ گئی طرزِ فغاں رنگِ وفاڑ نے لگا
 چپ ہوا بلسل کہ گلِ محوِ خرامِ ناز ہے
 مے کشو جھومو کہ اب آئی بہارِ جاوداں
 پھر وہی جوشِ جنوں ہے بے خودی کا ساز ہے
 قافلہ سے منتظر ہوٹل میں بے جاں، پڑا
 میرِ ملت کی طبیعت کیوں ہوئی ناساز ہے
 ملک و ملت کی نگہبانی کریں اہل جنوں
 عقل خود ہیں، خود نما، خود کار و حیلہ ساز ہے

اب جہانِ رنگ و بو میں انقلاب آنے کو ہے

پھر کسی محمود کا ہی منتظر ایاز ہے

طور سہما ہے کوئی موٹی قریب المرگ ہے

ڈر گیا خمیہ بر کہ آئی دور کی آواز ہے

کہہ گیا واصف جنوں میں بات کہنے کی نہ تھی

راز کے سینے میں پنہاں سینہ ہمارا ہے



تو عبادتِ زباں سے کرتا ہے
دلِ عبادتِ فغاں سے کرتا ہے

بے حسنی حاصلِ مراد تری
بات تو کس گماں سے کرتا ہے

مجھ کو تعلیم دے رہا ہے تو
بات میری زباں سے کرتا ہے

تیری دُنیا ہی دین ہے تیرا !
فیصلہ بے نشان سے کرتا ہے

یہ مجسم ہی سیفِ قاطع ہے
مشغلہ بے زباں سے کرتا ہے

تیری ہستی کا راز ہے پیسہ
سامنا نیستاں سے کرتا ہے

کیا بتاؤں کہ کون ہے واصف !
بات کس کے جہاں سے کرتا ہے

غم میں ڈوبے چاند ستارے

رات کا طوفاں دور کنارے

تم کیا جانو، تم کیا سمجھو

جیت کے بازی ہم کیوں ہارے

جل میں آگ لگائی کس نے

آنکھوں سے ٹپکے انگارے

پھاڑ کے پھینکا چاکِ گریبان

یار کی خاطر دار پہ وارے

ڈمگ ڈمگ ناؤ ڈولے

لے ڈوبیں گے کھیون ہارے

اس دُنیا میں کون کسی کا

اپنے ہی بیگانے سارے

شیخِ حرم کیسا ہے واصف

میخانے میں رات گزارے

شبِ غم ہے کہ کوہِ گراں ہے!
سکوتِ دو جہاں محوِ فغاں ہے

وہی میں ہوں وہی کل کا سماں ہے

بہر سو رقصِ جانِ ناتوان ہے

تمہارے نام سے رنگیں ہوتی ہے
تمہیں کیا یہ ہماری داستاں ہے

ہرے دل میں یا میرے غیر کے گھر
خُدارکھے سلامت تو جہاں ہے

مری جاں تو سحر ہے یا قیامت!

ترے آنے کا ہر لحظہ گماں ہے

جہاں رنگ و بو میں قید کر کے

بستم ہے پوچھتے ہو تو کہاں ہے

ترے فیضِ کرم سے آج واصف

حیرم لامکاں کارازداں ہے

ظلمتِ شب میں ترے وعدے چرانغاں کر گئے
اشکھائے بے بسی منسزل کو اُساں کر گئے

وائے نادانی کیا ان کے تفسا فلع کا گلہ
منفعل ہو کے وہ ہم کو بھی پشیمان کر گئے

آزمایا ہم غریبوں کی وقتا کو بار بار !
گا ہے مورِ ناتواں گا ہے سلیمان کر گئے

ہم نے پہچانا کہ ہیں خود ہی زلیخائے جہاں
ماہِ کنگاں کر گئے پابندِ زنداں کر گئے !

ہم نے واصف دیکھ لیں تقدیر کی رعنائیاں
اک بُتِ کافر کے وعدے یوں مسلمان کر گئے



اب بیت گیا وعدے کا دن اب رات جدائی کی آئی
 ہر اشک تیری تصویر بنا، میں کیسے کہوں تو ہر جانی
 یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کا ہے جادو
 ہے دل میں ترا سودا جب سے کہتے ہیں مجھے سب سودائی
 ہر سانس میں تیرا نام لیا ہر بار پکارا ہے تجھ کو !
 ہے یاد تری نس نس میں بسی تو محبتانی تو مادائی
 اک عمر تری راہوں میں چلے ہر گام یہ تیرے دیپ جلے
 رستے نہ کٹے، لمبے تھے بڑے، لیکن نہ طبیعت گھبرائی

واصف کو ملا ہے از بقا اب خاک نشیں ہونا ہی پڑا
 جب فیضِ نظر مولا کا ہوا، کہتے ہیں مجھے سب مولائی

فدا کی ہے تری راہ میں فنا کی
ہری ہستی مصیبت تھی دوا کی

تجھے ہم ماورا سمجھے ہوئے ہیں
عبادت ہے محبت ماورا کی

ندامت سے ہراسر جھک گیا ہے
مجھے حاجت ہوئی جب بھی دعا کی

نظام دو جہاں برہم ہوا ہے
نگاہوں نے ذرا سی اک خطا کی

وفا مشکل تھی سورب نے ہمیں دی
جفا آسان تھی تجھ کو عطا کی

زمانے کا ہے ڈر واصف و گرنہ!
ہے ان کی بات میں شوخی بلا کی

تمہارے خیال نے بخشش تھی جو خوشی نہ رہی
 تمہارے غم میں جو شامل تھی دکھشش نہ رہی
 بڑے قریب سے دیکھی تھی ہم نے صبحِ امید
 قریب تم ہوئے جب ہم وہ روشنی نہ رہی

تم اپنے عہدِ جوانی کو رو رہے ہو مگر
 ہم اپنے حال پہ روتے ہیں زندگی نہ رہی
 بڑے وثوق سے ہم میکدے میں آئے تھے
 نگاہِ ساتی جو اٹھی تو تشنگی نہ رہی
 ہزار کہتے کہ یہ آگِ دل لگی میں لگی !
 جب آگ لگ گئی دل میں تو دل لگی نہ رہی
 وطن وطن تھا مرے ساتھ جو ہوا سو ہوا
 دیارِ غیر میں کیا آبرو رہی نہ رہی

وہ آ رہے ہیں، وہ آتے ہیں آنے والے ہیں
 یہ اور بات کہ آنکھوں میں جان ہی نہ رہی

طلب طلب ہے مگر دور بد نصیب سا ہے
کہ خواجگی تو رہی بسندہ پروری نہ رہی

مری نوشت میں تھی خاک دوہہاں رنہ
تمہارے فیضِ کرم میں تو کچھ کمی نہ رہی

محیط تھی مری ہستی پہ وہ نگاہِ کرم
بنی تھی بات مگر تابہ کے، بنی نہ رہی

وہ ایک بات کہ حسن پر نہا تھا و اصف
وہ بات جان تمنا کو یاد ہی نہ رہی



مستی مے عرفان کی کم ہو نہیں سکتی
بے کیف کبھی وادیِ غم ہو نہیں سکتی

لیلے کا فسوں کہتے کہ وحشت کا تقاضا
دیرالوں کی رونق کبھی کم ہو نہیں سکتی

کچھ پایا ہے یا کھویا ہے سب تیری عطا ہے
ہم خوش ہیں کہ تو صیفِ کرم ہو نہیں سکتی

جن راہوں سے ہم گزرے چراغاں ہی کیا ہے
پردانوں کی راہ، راہِ عدم ہو نہیں سکتی

اعلانِ انا الحق سے کھلا راز یہ واصف
واصل جو کرے موت ستم ہو نہیں سکتی!



مرحبا حسن شانِ یکتائی
اپنی صورت کا آپ شیدائی

اے خوشا ذوقِ بزمِ آرائی
خود تماشا و خود تماشا ئی!

کاسۂ چشم تھا تھی کب سے
آپ آئے تو آنکھ بھر آئی

اشکِ فرقت میں بارہا دیکھا
کیا قیامت ہے وصلِ ہرجائی

غیر کے پاس تذکرہ میرا
یاد میری تجھے کہاں آئی!

ھو کا عالم ہے سوچ کا عالم
اس کو کہتے ہیں عالمِ آرائی

آرزوئے کمالِ واصف کو
کوئے جاناں میں سر کے بل لائی

ہے ابھی تک جو سفر میں وہ میری منزل سہی
 جو نگاہوں میں عبث ہے وہ میرا حاصل سہی
 تو نہیں تو کیا ہمارے واسطے کچھ بھی نہیں
 یاد ہی تیری مری جاں گرمی محفل سہی
 پالیا ہے سب خرد مندوں نے رازِ زندگی
 ہم گریباں چاک اپنے آپ ہی قابل سہی!
 تیری جانب میں نے دیکھی ہے زمانے کی نگاہ
 میرے رستے میں مری اپنی نظر حائل سہی
 کشتیوں کے واسطے گرداب ہی گرداب ہے
 ناخدا کے واسطے شادابی ساحل سہی!



مرے پہلو میں شاید دل نہیں ہے
 کہ اب اشکوں میں خوب شامل نہیں ہے
 تلاشِ ناخدا مقصد ہے میرا
 مرے پیشِ نظر ساحل نہیں ہے
 نظر محبوب ہو جاتی ہے ورنہ !
 یہاں پرزدہ کوئی حائل نہیں ہے
 یہ شمعِ جسل رہی سے یا پتنگا
 وہ کیا جانے جو خود واصل نہیں ہے
 ہر اک تعمیر کی تخریبِ ضد ہے
 تڑی منزلِ مری منزل نہیں ہے

ہماری خاک سے بھی بدگماں ہو
 ترے سینے میں بل ہے دل نہیں ہے
 کمالِ حُسن ہے آئینہ سازی
 ہمارا عشق ہی کابل نہیں ہے!

کہا ساقی نے واصف کو بلاؤ
 کریں کیا گرمی محفل نہیں ہے



قدم قدم تیری راہوں میں گو چراغ جلے
ہمارے دل میں تری حسرتوں کے داغ جلے

اگر بہار یہی ہے تو پھر خزاں اچھی
کھلے ضرور مگر کھل کھلا کے باغ جلے

یہی ہے حاصل ہستی یہی ہے شمع مراد
پتنگے دے کے تری بزم کا سراغ جلے

جیاتِ نو کا ہے پیغام یا کہ شر کا دن
کہ دل جلا ہے بدن جل گئے انارغ جلے

چلے تھے یار کئی ساتھ آخرش دیکھا!
کہ دل جلے تو ملے، نہ ملے دماغ جلے

تمہاری یاد میں جل جل کے جل گیا و اصف
چراغ بن کے انہیں حسرتوں کے داغ جلے

انہیں بھی ہماری خبر ہو گئی ہے !
 بڑی بات تھی مختصر ہو گئی ہے
 محبت نہیں ہے تو یہ اور کیا ہے
 تری آنکھ بھی آج تر ہو گئی ہے
 ترا غم رہا زندگانی کا سا تھی
 مسرت سے اپنی بسر ہو گئی ہے
 ذرا تو نے اپنی نگاہوں کو بدلا !
 یہ دُنیا ادھر سے ادھر ہو گئی ہے

کیا آج واصِف نے سجدہ صنم کو
 یہ لغزش نہ ہوتی مگر ہو گئی ہے



آدمی کا آدمی شیدا ملے
کون کس کے خون کا پیا سا ملے

انجمن آرائسیاں ہیں چار سو
شہر میں ذوقِ نظر تنہا ملے

آسمان زیرِ قدم آئے تو کیا!
دل کی دنیا میں کوئی رستہ ملے

مل سکیں ارض و سما لیکن کہاں
ڈال سے ٹوٹا ہوا پتہ ملے

نام جن کا ذہن میں آتا نہیں
ان کا ہی چہرہ ہمیں بہر جا ملے

آج واصف کا نشیمن جل گیا
کل یہی گلشن تمہیں جہلتا ملے

بری ہستی عبادت ہو گئی ہے
مجھے ان سے محبت ہو گئی ہے

تیرے آنے سے پہلے تھی قیامت
تم آئے تو قیامت ہو گئی ہے

سکونِ دل سے اس کا واسطہ کیا
تری جس پر عنایت ہو گئی ہے

سراجِ زندگی بجھتا ہے جس نے
اسی غم سے عقیدت ہو گئی ہے

نہیں ہے دخل کچھ تیری جفا کا
یونہی رونے کی عادت ہو گئی ہے

وہ آئے غیر کو لے کر لمحہ پر
مصیبت پر مصیبت ہو گئی ہے

وہ کہتے ہیں کہ واصفِ مرجا ہے
مبارک ہو شہادت ہو گئی ہے

یار کو اشکبار دیکھا ہے
 رازِ دل اشکار دیکھا ہے!
 جس نے پایا ہے نقشِ پائے ناز
 سرور ہی سوتے دار دیکھا ہے
 دیدہ گریاں و سینہ بریاں
 حسنِ کاشا ہرکار دیکھا ہے
 چشمِ ساقی میں ڈوب کریم نے
 قلزمِ بے کتار دیکھا ہے
 بے نیازِ وفا کو دنیا نے
 محو شد انتظار دیکھا ہے

دامنِ صبر اب کہاں واصف
 ہر رگِ تار خار دیکھا ہے!



ہر ذرہ ہے اک وسعتِ صحرا میرے آگے
 ہر قطرہ ہے اک موجِ دریا میرے آگے
 اک نعرہ لگا دوں کبھی مستی میں سردار
 کعبہ نہ بنے کیسے کلیسا میرے آگے
 وہ خاک نشیں ہوں کہ میری زد میں جہاں
 بل کھاتی ہے کیا موجِ ثریا میرے آگے
 میں ہست میں ہوں نیست کا پیغام محسوس
 انگشتِ بدنداں ہے میجا میرے آگے
 میں جوش میں آیا تو ہی مُلزمِ ہستی
 یوں بھٹاکہ جیسے کوئی قطرہ میرے آگے

لے آیا ہوں افلاک سے ملت کا مقدر

کیا کیجئے مقدر کا شکوہ میرے آگے

استادِ زماں فخرِ بیاں کی ہے توجہ

غالب کی زمیں کب ہوئی عنقا میرے آگے

واصف سے میرا نام مگر راز ہوں گہرا

ڈرے بنے جگر چیرنے کے دکھا میرے آگے



تو کرے ستم ہے ستم کرم
 تو صنم ہری میں ہری صنم
 من و تو سے بحث نہیں مجھے
 تیرا غم ہوا ہے مرا ہی غم
 تیرے جلوہ ہائے قدیم نے
 کیا ہر حدوث کو ہے قدم
 کہ نہاں عیاں ہے عیاں نہاں
 ہمہ آئینم ہمہ صورتم
 تیری یاد میری نسا ہے
 میرا سر جھکا ہے صنم صنم
 تیری زلف ہائے دراز کا
 میں ایازِ ناز بنا ہوں خم!

تیرے میکدے کا میں راز ہوں
تیرے میکشوں کا میں جامِ جم
ہے فنا بقا کی کہاں خبر
کہ جہنم ہی موت کا ہے جہنم
یہ تیرے کرم کا ہے فیصلہ
کہ میں شاہبازِ قلندرم

میں وہی ہوں و اصف بے خبر
کہ نہ کھم نہ بیش نہ بیش نہ کھم

رندِ مولیٰ کیسے کاٹیں شامِ غم
 مے کشیِ خوباں پرستیِ جامِ بسم
 حُسنِ اولِ عاشقِ خودِ جلوہ گر
 ایں جہاں آئینہ روتے قدم

خویش را بر خویش شیدا کردہ امی
 من مثالِ رنگِ گلِ محوِ منم
 مستیِ عرفاںِ مری، ہستیِ کاراز
 رقصِ بملِ سازِ ہستیِ دیدہ ام

وہ ہوتے، میں ہوا کہ آپ بھی
 ہیں صنم گر بھی محوِ رنگِ صنم
 شرحِ رسمِ عاشقی سے کیا
 چشمِ تر، آہ، سوزشِ پیہم

یادِ او، جز دید او یادِ دیگر

یا طے بت خانہ یا ٹوٹے صنم

نورِ مطہق خود تجلی کا شکار

خود پیھے خود پائے خود کو ہر قدم

واصفِ بے نام و نسبت کا نہ پوچھ
نامِ مولیٰ مل گیا اس کو تسلیم



دل ان سے جو مانگا تو پشیمان ہوئے ہم
 نادان تھے، نادان تھے نادان ہوئے ہم
 ہم تجھ کو دکھا دیتے حُدائی کا ماشہ
 سو باتوں کی اک بات کہ انسان ہوئے ہم
 جب سے تری چوکھٹ پہ جھکایا ہے جبیں کو
 ہم رند بنے، مستی عسرفان ہوئے ہم
 ہر چہرے میں آتا ہے نظر اپنا ہی چہرہ
 خود اُنسینہ خود دیدہ حیران ہوئے ہم
 یوں دل میں لئے پھرتے ہیں تصویر تمھاری
 جیسے کسی کعبے کے نگہباز ہوئے ہم
 وعدہ ہے ملاقات کا اب آنا پڑے گا
 لے جان تری یاد میں بے جان ہوئے ہم

اس پردہ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا

انسان کہاں مظہرِ یزدان ہوتے ہم

پہچان گئے تجھ کو زلیخا سے زمانہ

بدنام ہوئے یوسفِ کنعان ہوئے ہم

اک بت کی پرستش میں کھلا رازیہ و اصفت

کافر جو ہوئے حافظِ قرآن ہوئے ہم



میں تو ہوا ہوں گردشِ شام و سحر میں گم
منزل کو کیا ہوا، وہ ہوتی کس سفر میں گم!

کیوں گم ہوتی نگاہ تری کائنات میں
جب سے میری نظر ہوتی تیری نظر میں گم

ساحل پہ آگاہے میرے ناخدا کی خیر
اپنی بلا سے کشتی ہوتی کس بھنور میں گم

انجامِ آرزو ہے فقط مرگِ آرزو
دل سے نکل کے بات ہوتی خود اثر میں گم

مخمسر سے کم نہیں ہے یہ ہنگامِ زندگی
پھرتے ہیں لاکھوں آدمی تنہا نگر میں گم

یہ اور بات تجھ کو ہماری خبر نہ ہو
ہم ہو چکے ہیں کب سے تیری رہگذر میں گم

اب صبح نو سے خاک توقع کرے کوئی

جب آفتاب ہو گیا گردِ سفر میں گم

اڑنے کے بعد آپ خلاؤں میں کھو گئے

اچھے رہے ہیں کہ رہے بال و پر میں گم

واصف وہ ایک بات جو لب تک نہ آسکی
وہ بات ہو گئی ہے ہری چشمِ تری میں گم



کیا ملے واصلت کی مستی کا سراغ
 چشم ساقی نے کیا روشن چسراغ
 ہر قدم پر اک نئی منزل ملی
 گل کھلے ہیں یا ہمارے دل کے داغ
 خود ہوا ہے جلوہ گر حسنِ ازل!
 ہے جنوں کی سلطنت، عاجز دماغ
 مستی رنداں سے جھوم اٹھی زمیں
 آسماں ہے سرنگوں جیسے ایام
 دل میں آنکھیں ہیں تو ہے آنکھوں میں دل
 باغ میں ہیں پھول اور پھولوں میں باغ



تکرا گئی کسی کی نظر سے مری نظر
گو یا شبِ فراق سے اکرمی سحر

راہِ سیرِ ملا نہ راہ میں کوئی بھی ہمسفر
پوچھو نہ کس طرح سے ہوئی زندگی سبر

ہر مرحلے پہ ذہن میں یہ کشمکش رہی
ہستی سے ہو مفرکہ مراحل سے ہو مفر

ہم کو خودی نے اپنا خدا ہی بنا دیا!
جب بے خودی ملی تو گرے پائے پارے

وارث سے میکدے کا وہی زندگی کا کام
جس کی نظر ہو گرو شریس لیل و نہار پر

وہ دن کہاں گئے کہ محبت تھی زندگی
اب وہ نظر کہاں ہے کہاں دل کہاں جگر

آوارگانِ عشق نے منزل کو پا لیا
 راہوں میں سر پٹختی رہی عقل عمر بھر
 تاثیر ڈھونڈتی تھی کبھی آہِ نارسا
 اب ڈھونڈتا ہے آہ کو روتا ہوا اثر

دل پر تری جفا کے سوا اور بھی ہیں داغ
 تاروں کی روشنی بھی رہی زینتِ قمر

واصف کو کس نے ہوش سے بیگانہ کر دیا
 فطرت جنوں پسند تھی لیکن نہ اس قدر



کل کی بات سناؤں آج

اچھا ہو مر جاؤں آج

جھانک میرے آئینہ دل میں

اک چہرہ دکھلاؤں آج

تیری زلف کے بادل چھائے

میں بارش برسائوں آج

ہجر کی رات ستارے روشن

چاند کہاں سے لاؤں آج

تڑپ تڑپ کے یہ دن آیا

تجھ کو بھی تڑپاؤں آج

میرے آنسو انگارے ہیں!

جل میں آگ لگاؤں آج

میرے گھر من موہن آئے
 دیپ پہ دیپ جلاؤں آج
 سکھیاں سنگ کئی جگ بیتے
 ساجن کے گھر جاؤں آج

واصف گہرا راز کسی کا
 میں کیسے بتلاؤں آج

چلتے چلتے رُک گئی نبضِ حیات

بے کسی کی داستاں ہے کائنات

ماہِ کامل کا تصور بھی نہیں

چھا گئی دُنیا پہ گویا کالی رات

سُرخز و ہے کس کا تُو پی کر لہو!

دیکھنے کی ہے نہیں کہنے کی بات

پس گئے دہقان و مزدورِ وطن

اب بھی بُوختے ہیں یہاں لٹ و منات

لب پہ ہے فرعون کے نامِ خدا

دین کا دامن ہے اب دُنیا کے ہات

ہے جنوں کے ایک سُخ پھرنے کی دیر

شاطرانِ ہوش کی بازی ہے مات

کون ہے واصِف کہ اُبجھے آپ سے

دلِ برا ہے آپ ہی کی کائنات

روتے روتے گزار دی ہے رات
ایک مفلس کی زندگی ہے رات

دن کو بھی رات کا خُمار رہا!
مے پرستی میں کٹ گئی ہے رات

صبحِ امید کی تلاش کہاں
صبح ہوتے ہی چھا گئی ہے رات

تیری آنکھوں کی مستیوں کی قسم!
میں نے آنکھوں میں کاٹ دی ہے رات

مشرق و مغرب و شمال و جنوب
چار سو پھیلنے لگی ہے رات

دن کو داصِف کا دل نہیں لگتا
دل لگا ہے کہ دل لگی ہے رات

مجھے منظور کب تھی زندگی تجھ سے جدا ہو کر
 ڈبویا مجھ کو تیرے درد ہی نے آسرا ہو کر
 کوئی خطرہ نہیں اب قافلے والوں کے لٹنے کا
 کوئی رہزن نہ آئے گا مگر ہاں رہنا ہو کر
 سفینہ بھی مرا، ساحل بھی میرے، موج بھی میری
 شکایت سن کے میری ناحۃ ابلا حُدا ہو کر
 نوشتہ ہے میری تقدیر کا پانا آنکھ کا دھوکا!
 کہ اپنا پارا ملتا ہے مگر اب دوسرا ہو کر
 خطا واروں پہ سنتے ہیں نگاہِ لطف رہتی ہے
 بلا کیا حضرت ابلیس کو یاں بے خطا ہو کر
 نظر سے دور ہو کر ہم قریب جان رہتے ہیں
 ہرے دل نے لپکا رہے مجھے تیری صدا ہو کر

ہمیں تڑپا کے بھی ان کو تڑپنا گیا واصف
 وفا کرتے ہیں وہ ہم سے بظاہر بے وفا ہو کر

مجھ کو تیری تلاش کیا ہے اب
 تو مجسم ہی میں بنا ہے اب
 تو درائے گماں ہی اچھا ہے
 یہ بھی میرا گماں ہوا ہے اب
 عشق سے حُسن، حُسن سے ہے عشق
 جس نے رب رب کیا ہوا ہے اب
 منظرِ دل ہوا ہے پھر کس کا !
 زیست کا نقش مٹ چکا ہے اب
 آج انوار ہی کی بارش ہے
 شامِ غم کا دیا بجھا ہے اب
 بخدا اب خدا کا نام نہ لوں
 جھوٹ سُن سُن کے تھکت چکا ہوں اب

قیس لیلیٰ بنا نہ قیس رہا

راز مدت میں اکھلا ہے اب

ذکر لیلیٰ بھی غیر لیلیٰ ہے

چھوڑ غزلوں میں کیا رکھا ہے اب

مست میں ہوں کہ تو سے مستی میں

مجھ کو اتنا بھی ہوش کیا ہے اب

زندہ نے آنکھ کھول کے رکھ دی

شیخ بھی رقص کر رہا ہے اب

وہ ہوئے مائل کرم خود ہی

یونہی تو کیا سے کیا ہوا ہے اب

دار کیا ہے بقا کا پہلا قدم

میکدہ کیا ہے، کربلا ہے اب

آج واصف بڑا ہی نادم ہے

یونہی دامن میں چھپ گیا ہے اب

تمہاری یاد میں ہر ذرہ دل، دل نظر آیا
 سکونِ دل کا ملنا اب بڑا مشکل نظر آیا
 طوافِ کوئے جاناں زیست کا حاصل نظر آیا
 مٹے اس سنگِ در پہ سر، اسی قابل نظر آیا
 تلاطمِ خیز طوفانوں سے ٹکراتے رہے ہر دم
 ڈبو دی ہم نے خود کشتی جو نہی ساحل نظر آیا
 نگاہِ ناز کے جلوؤں کی رعنائی معاذ اللہ
 کوئی بسمل نظر آیا، کوئی گھائل نظر آیا
 جہانِ عشق میں اب زندگی پھروٹ کر آئی
 کوئی منصور مستی میں سوئے مقتل نظر آیا

جبین شوق نے خود آستانِ حسن کو ڈھونڈا

کمالِ حسن سے ہی عشق ہے کابلِ نظر آیا

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اٹھ گیا پردہ

ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حالِ نظر آیا

نظامِ میکدہ واصفٰت بدلنے کے قریب آیا

اندھیری رات میں ہم کو مہِ کاملِ نظر آیا

میں کہاں حُسن آشنا ہوتا !
 تو ہی پردے میں چھپ گیا ہوتا
 یہ نہ کہتے ہے داستاں اچھی
 حالِ دل آپ نے سنا ہوتا

بند کلیوں کو توڑنے والے
 صبر کر لیتے گل کھلا ہوتا !

موت روشن ہے زندگی تاریک
 کاش پروانہ کہہ گیا ہوتا !

خاک آئی بہار گلشن میں
 آپ ہوتے تو کچھ مزا ہوتا

شکر ہے یہ کہ بے نیاز ہے تو
 شکر ہم سے کہاں ادا ہوتا

دل و اصِف کا کیا بہلنا تھا
 آپ ہوتے یا آپ سا ہوتا

تو ہے تیری آرزو ہے میں کہاں

ہر طرف بس تو ہی تو ہے میں کہاں

یہ حقیقت ہے یا ایک وہم و خیال

آئینہ ہی رو برو ہے میں کہاں

دیدہ جمیہاں سنبھل گل نے کہا

یہ جمال رنگ و بو ہے میں کہاں

پنکیر ہستی میں ہستی چھپ گئی

مجھ کو میری جستجو ہے میں کہاں

عشق اول سے یا پہلے جس نے ہے

دل نظر کی گفتگو ہے میں کہاں

اک جہاں ڈھونڈا کہ تھا یوم وصال

شام ہجراں چار سو ہے میں کہاں

سو گیا و اصف کہ گردش تھم گئی!

ہاتھ میں ان کے سبوتے میں کہاں

بار بار آزما کے چھوڑ دیا
 اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
 چشمِ ساتی نے مست کر ڈالا
 شکریم مے پلا کے چھوڑ دیا
 ہم یہ سمجھے کہ روبرو وہ ہیں
 آئینہ یوں دکھا کے چھوڑ دیا
 نام اپنا لیا مگر مجھ کو!
 میرا قصہ سنا کے چھوڑ دیا
 ناخدا نے سفینہ اُمید
 عین طوفاں میں لا کے چھوڑ دیا

یا علی کہہ کے اس کو اپنایا
 اس نے واصف بنا کے چھوڑ دیا

دل کے اندر کبھی ورا دیکھا

پرتوِ حُسن جا بجا دیکھا

اب خدا آدمی نہ ہو جائے

ہم نے ہر آدمی خدا دیکھا

کس نے ملت کی توڑ دی تسبیح

دانہ دانہ جدا جدا دیکھا

غارزاروں کو سرخسرو پایا

گل خوشترنگ زیرپا دیکھا

واعظِ شہر بدگماں نکلا

ہم نے بندوں کو باخدا دیکھا

آدمیت کی بلاش پر ہم نے

رقصِ ابلیس بر ملا دیکھا

یہ بھی اعجازِ عشق ہے واصف

جا بجا اس کا نقشِ پا دیکھا!

غزل کیا ہے فقط اشکوں کی مالا!
مذاقِ شعر نے بس مار ڈالا!

مٹا دیتے زمانے بھر کے غم
غمِ جاناں نے ہر غم میں سنبھالا

پڑے ہم ان کے پاؤں پہ تو بولے
پڑا ہے آج کس آفت سے پالا

نہ دل اپنا نہ جاں اپنی نہ ہستی
یہ سرمایہ ہے اپنا دیکھا بھالا

کمالِ سنگِ در کہیے حبیب کو
نگاہ کو جانتے زندہ جو والا

کسی کے راز کا دل راز داں ہے
کسی کے اذن کا ہے لب پہ تالا

کسی کی زلف ہے تاریکی شب
کسی کے رُخ سے ہوتا ہے اُجالا

کسی کی یاد ہے رویدادِ ہستی

کسی کا نام ہے عنوانِ بالا

کسی کا ہاتھ ہی دستِ شفقت ہے

کسی کا دکھ بنا ہے دل کا چھالا

کوئی چاہے تو یہ دنیا ہے جنت

کوئی روٹھے تو منتہ دوزخ کا کالا

فنا سے ہے بقا و اصف نے دیکھا

یہ، ہستی کیا ہے اک رنگین حبالا

ایک وجہ قرار باقی ہے
 اپنی ہستی پہ اختیار نہیں
 دیکھنا اپنے بس کی بات نہیں
 اپنے دامن میں کوئی تار نہیں
 تجھ سے جو دور ہے وہی فانی
 جس کو ہو تجھ پیار باقی ہے
 ہاں مگر ذکرِ یار باقی ہے
 موت پر اختیار باقی ہے
 آپ کا انتظار باقی ہے
 سانس کا ایک تار باقی ہے

کوئی دامن نہیں کہ پھیلا دوں

دامنِ داعنِ دارِ باقی ہے

دور ہی بے وفا تھا آپ نئے

آپ کا اعتبار باقی ہے

کارواں کوچ کر گیا واصفؔ
کارواں کا غنیمتِ باقی ہے!

مراد جو دیکھا تھا تیرے پیار سے پہلے
 خزاں رسیدہ چمن تھا بہار سے پہلے !
 شب سیاہ میں تاروں کی روشنی کب تھی
 چراغ جلتے ہیں کب انتظار سے پہلے
 کسی کے دم سے ہے ہستی میں اعتماد کا رنگ
 میں خود گریز تھا اس اعتبار سے پہلے
 طلب ہے جانِ طلب اس کو جاں نثار نہ جان
 زمانہ مر گیا اس جاں نثار سے پہلے
 وہ پہلی بار ملا جب مجھے خیال ہوا
 میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے
 وہ آدمی تھا کہ جھونکا تھا بادِ صرصر کا
 اڑا کے لے گیا رنگت قرار سے پہلے

گذر نہ ہوش سے الفت میں جلد بازی نہ کر
 مذاکرات بھی کر اپنے پار سے پہلے
 تعینات میں رہ کر جنوں کی بات نہ کر!
 نکل حسرت کے گریبان کے تار سے پہلے

ازل سے بارِ امانت ہمیں ملا واصفؑ
 ہزار بار تھے اس ایک بار سے پہلے

بدلے ہوئے حالات سے ڈر جاتا ہوں اکثر
شیرازہ ملت ہوں بکھر جاتا ہوں اکثر

میں ایسا سفینہ ہوں کہ ساحل کی صدا پر!
طوفان کے سینے میں اتر جاتا ہوں اکثر

میں موت کو پاتا ہوں کبھی زیر کھن پا
ہستی کے گماں سے بھی گزر جاتا ہوں اکثر

مرنے کی گھڑی آئے تو میں زلیست کا طالب
جینے کا تفتاضا ہو تو مر جاتا ہوں اکثر

رہتا ہوں اکیلا میں بھری دنیا میں اوصاف
لے نام ہرا کوئی تو ڈر جاتا ہوں اکثر

میرے وطن کی خیر مری انجمن کی خیر
 گرس کے اڑوہام کی زارع و زغن کی خیر
 برقِ تجلیات کی رنگِ چمن کی خیر
 جلتے ہوئے نشیمن، سرد سمن کی خیر
 کس بانچین سے دستِ قضا نے کیا شکست
 اس جامِ آرزو کی، اسی بانچین کی خیر
 صحرا کی وسعتوں میں صبا بھی سموم ہے
 جس کا وطن اُجڑ گیا اس بے وطن کی خیر
 دیکھا ہے ہم نے غم سے سیاہ پوشِ آفتاب
 کیسے کہیں کہ صبح کی پہلی کرن کی خیر
 اب کارواں کو ڈھونڈتی ہے گردِ کارواں
 رہسبر بھی کہہ رہا ہے کہ ہورائزن کی خیر

سیاس دہرنے جسے مفلوج کر دیا !
 اس نوجوان ، مردِ جبری ، صفِ شکن کی خیر
 اک مختصر طلب ہے بری جاں بُرانہ مان
 کاغذ کا ہی سہی ہو میسر پرہن کی خیر

یہ آرزو کا خون ہے واصف بُرانہ مان
 آتی نہیں نظر مجھے چرخِ کہن کی خیر

اپنی خبر نہیں ہے تیرے انتظا میں
 بس میں بہا رہے نہ خزاں اختیار میں
 جو بدگماں تھے وہ ابھی بدگمان ہیں
 جن کو تھا اعتبار وہ ہیں اعتبار میں
 گلشن میں اپنا کون تھا سا تھی نہ اُشیاں
 رکھ لی قفس نے اُردو فصل بہا میں
 راہ طلب میں ہم سے کوئی بھول ہو گئی
 اختیار آ رہے ہیں نظر کوئے یار میں

ماریوں نے ساتھ دیا لامکان تک
امید سو گئی تھی تیری راہ گزار میں!

بیباکی اور چیز ہے گستاخی اور شے
لازم ہے احتیاط، سو ہے، مے گسار میں

واصف جہان عشق میں سوداگری ہے جرم
کب بیت کو خراب سے جو ہے لطف ہار میں

غم زمانے کے اور جاں تنہا
تم وہاں اور میں یہاں تنہا

تیری دنیا میں اک ہجوم سہی!
ہم غریبوں کا ہے جہاں تنہا

ایسے رہبر کو راہ برمت جان
چھوڑ آئے جو کارواں تنہا

برق بھی ساتھ جل گئی ہوگی
جل نہیں سکتا اشیاں تنہا!

دعویٰ کیجے مگر دلیل کے ساتھ
ورنہ بے کار ہے بیاں تنہا

عقل کو محو گفتگو پایا
عشق دیکھا ہے بے زباں تنہا

چل دیئے سب مریض سوئے عدم
 رہ گئیں چارہ سازیاں تنہا

میں نہ ہوتا تو آئینہ رہتا
 اپنی ہستی میں بے نشاں تنہا

اور و اصف کو کچھ نہیں درکار
 ہاں تیرا سنگِ آستیاں تنہا

جہاں پھیلے تیری یادوں کے سائے

ستارے بن کے آنسو جگمگاتے

تمہاری بے رُخی کو حناک پروا

تیری ٹھنسل میں کوئی خاک آئے

وہ مُنہ کو پھیر کر کہتے ہیں مجھ سے

تمہارا حال اب دیکھنا نہ جائے

تیری یادوں کے رنگیں پھول ہم نے

خم گیسوئے دوراں میں سجائے

محبت ہو تو مسجودِ ملائک

نہیں تو ہم سے بہت چارپائے

گریباں کیا ہے کیا اس کی حقیقت

ہری وحشت سے صحرا خوف کھائے

انہیں سے پوچھنے واصفِ چلا

اجازت ہو تو آؤں بنِ بلائے

قتیلِ ناز ہوتے ہم کہ شہباز ہوتے
ہوتے تو خاک مگر ہم جہانِ راز ہوتے

نظامِ گلشن ہستی سنوارنے کے لئے

بحومِ اشک بنے سجدہٴ نیاز ہوتے

مثالِ برقِ تپاں خود جلے ہیں گلشن میں

گلوں کا رنگ بنے بلبلوں کا ساز ہوتے

دلیلِ قرب فقط ایک سجدہٴ واجب

سجودِ شوق سے ہم آج سر فراز ہوتے

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر

حیرم ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوتے

اسیرِ زلف ہوا شانہٴ حیرمِ خیال

کہ رندِ مست بنے میکدے کا راز ہوتے

جمالِ ساقیِ دوراں کہاں کہاں واصف

زہے نصیب کہ ہم نقشِ پائے ناز ہوتے

آپ آئے تو موت بھی آئی

آج دیکھیں گے ہم مسیحائی

بھومتا ہے نظامِ قلب و نظر

حُسن نے لی ہے آج انگریزی

کاسہ چشم تھا تھی کب سے

آپ آئے تو آنکھ مہر آئی

تیرے ذوقِ نظر کا کیا کہنا

میں تماشا ہوں تو تماشا ثانی

کاکلِ زندگی کے پیچِ جسم

لے اڑے تیرے غم سے سعنائی

میں نے ہر اشک میں تجھے دیکھا
 کون کہتا ہے تجھ کو ہر جہانی
 منتظر ہے غریب خانہ عشق
 اس طرف بھی ہو جلوہ آرائی

پیشِ غم کو آگے و اصف
 آج اپنی بھی بات بن آئی

بہت بہکے مگر رندوں نے کی ہیں ہوش کی باتیں
 ترے رُخسار و گیسو کی تری آغوش کی باتیں؛

جو خاموشی سے سجدے کر رہا تھا تیرے سائے کو

زمانہ کر رہا ہے اب اسی خاموش کی باتیں

نہ اب سے تشنگی باقی نہ اب احساسِ محرومی

نہ اب فردا کی باتیں ہیں نہ اب ہیں دوش کی باتیں

ہمیں اب تو خبر اپنی نہیں پر ہوش ہے اتنا!

سر رہے سنی تھیں ہم نے اک مدہوش کی باتیں

جو انی ہی نہیں باقی تو واضحاً ذکر کیا کرنا

کہاں تک کیجئے گا آپ اس رُپوش کی باتیں

بے نیاز کھنر و ایماں ہو گیا
 بندہ پرور دل پریشاں ہو گیا
 دامن گل چاک ، لالہ داغدار
 کیا سے کیا رنگ گلستاں ہو گیا
 نیم شب آہ و فغاں کے سامنے
 مرحلہ آیا جو آساں ہو گیا
 ظلمتِ سُود و زیاں میں دن گیا
 رات آئی تو چہراں ہو گیا

تیرے در سے آشنا ہونے کے بعد
 بے نوا و اصفت غمزن لخواں ہو گیا

آسماں بھی جنوں کے زیرِ دام
سوچتی رہ گئی خردِ انجہام!

اس مُسافر کو کیا کہے کوئی
جس کو صحرا میں آگئی ہو شام

کہ رہا ہے مرا نصیب ابھی
تیری زلفوں کے سائے میں آرام

تیرے غم سے نہ مل سکی فرصت
ورنہ دُنیا میں اور بھی تھے کام

اُدھی ساقی اُدھی مُستی!

اُدھی مے ہے اُدھی جام!

عمر ساری سفر میں بیت گئی
 فاصلہ طے نہ ہو سکا دو گام
 میں تیرا آئینہ ہوں، دیکھ مجھے
 مسیگر پہلو میں ہے بڑا ہنگام

اپنی منزل کوئی نہیں واصف
 ہم ازل تا ابد رہے بے نام



تو ہوا کس کے انتظا ز میں گم
ایک دنیا ہے تیرے پیار میں گم

منزلیں راہ پر شرباں ہیں !

کارواں کیوں ہوا غبار میں گم

کس صفائی سے کر دیا کس نے

آشیاں ہی بھری بہا میں گم

دے گئے عہسَم کو کاروبارِ ذوق

نخوذ ہوئے ذوقِ کاروبار میں گم !

جو زمانے کے راہبر تھے انہیں

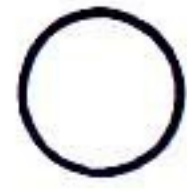
کر دیا تو نے اعتبار میں گم

اپنی چھوڑو، کہو زمانے کی

بات یوں کر دی اختصار میں گم

بے قراری میں کھو گئی منزل
 اور رہبر رہا شرار میں گم
 کل ہوا سیکڑے میں گم مے کش
 آج مہینا نہ مے گسار میں گم

آج وہ لوگ ہیں کہاں واصف
 جو ہوئے تیری رہ گزار میں گم!



مجھے تم سے محبت، توبہ توبہ

یہ گستاخی یہ حسرات، توبہ توبہ

اٹھا رکھا ہے سر پر آسمان کو

مگر بارِ امانت، توبہ توبہ

چلا ہے شیخ میخانے کی جانب

مجھے کر کے نصیحت، توبہ توبہ

سلگتا ہے ابھی تک ذرہ ذرہ

ترسے عشق کی تربت، توبہ توبہ

سر بازارِ رسوائی کے ڈر سے

ہوتے عشاقِ رخصت، توبہ توبہ

بڑی مدت کے بعد آنا ہوا ہے

مگر جانے میں عجلت، توبہ توبہ

نہ پوچھو کس لئے روتا ہے واصف

”گناہوں پر ندامت، توبہ توبہ!“

یہ تیری نوازش ہے عنایت ہے کرم ہے
 زندہ ہوں یہ احسان تیرا کون سا کم ہے
 شکوہ تو نہیں ہستی اگر وقف الم ہے
 غمخوار نے منہ پھیر لیا مجھ سے ستم ہے
 خود دار ہوں خود سر ہوں میں خود مست ہوں لیکن
 تو سامنے آجاتے تو سر آج بھی خم ہے
 سب تیری فسوں کا نظر کے ہیں کرشمے
 دارا ہے سکندر ہے نہ جمشید نہ جم ہے
 تقدیر بدل جاتے تو حاصل بھی ہے تقدیر
 آغاز کی پیشانی پہ انخام رستم ہے
 ایسی ہی اداؤں پہ تو مرجاتے ہیں ہم لوگ
 زندہ ہوں کہ قاتل کو مری موت کا غم ہے

یادوں کی گزر گاہوں میں اڑتے ہیں بگولے
 سجدوں کا نشان ہے نہ کوئی نقش قدم ہے
 انداز قلندر کے نہ بے باک ہوں کیونکر
 ہستی کا وجود اس کی نگاہوں میں علم ہے
 خالی تھی بڑی دیر سے یہ لوح زمانہ !
 اب آہِ سحر گاہی کے ہاتھوں میں قلم ہے

سجدہ ہو تو میخانے کے دروازے پہ دل سے
 ساتی کی نظر ہو تو یہی بابِ حرم ہے



تمہارے وعدے بہت ہم نے آزمائے ہیں
 قدم قدم پہ ہزاروں فریب کھائے ہیں!
 یہ اور بات کہ تجھ کو خبر نہیں میری
 چراغ کس نے تیری راہ میں جلائے ہیں
 ورائے دیرو حرم ڈھونڈنا پڑے گا انہیں
 نکل گھروندوں سے جو راستے میں آئے ہیں
 تمہاری زلف بکھرتی تھی جن کے شانوں پہ
 تمہاری بزم میں وہ لوگ اب پرائے ہیں

خوشی سے آج ستارے بکھیر دے واصف
 وہ آج بامِ فلک سے اتر کے آئے ہیں

بزمِ امکان میں رہوں کون و مکان تک دیکھوں
 ایک آتا ہے نظر چہرہ جہاں تک دیکھوں
 ہو گئیں عظمتِ انسان کی راہیں تار یک
 ایک انسان کی میں راہ کہاں تک دیکھوں
 حسرتِ دیدِ صنم حاصل عرفانِ صنم
 دیکھنا چاہوں تو اک اُجڑے مکان تک دیکھوں
 میرے افسانے سے ہے تیرا فسانہ قائم
 چاہِ زندان سے تیرے حسنِ بیاں تک دیکھوں
 مسکراہٹ تیرے ہونٹوں پر میرے قتل کے بعد
 حسنِ معصوم تجھے حدِ گماں تک دیکھوں!
 چشمِ آہو میں نہاں موجبِ تزلزم پاؤں!
 حلقہ زلفِ سیاہ کوہِ گراں تک دیکھوں

دیکھ لوں حسنِ ازل تاب کہاں سے واصف
 حسنِ انساں سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

ان سے ہو روز ملاقات ضروری تو نہیں
 ہو ملاقات میں کچھ بات ضروری تو نہیں
 جام چھلکاتی ہو برسات ضروری تو نہیں
 مے کشی رندِ خرابات ضروری تو نہیں
 یوں تو ہر رات کی قسمت میں ہے سحر لیکن
 ہاں مگر ہجر کی اک رات ضروری تو نہیں
 ہے کوئی پردہ تختیٰ کے پیچھے پنہاں
 حسن پابندِ حجابات ضروری تو نہیں

چشمِ ساقی کا تلمطف ہے مشیتِ واصف
 سب پہ یکساں ہوں عنایات ضروری تو نہیں

ان کے رخ پہ نگاہ کرتا ہوں
 اپنی ہستی تباہ کرتا ہوں؛
 اب بدمت پہ ہی بدمت ہے،
 ایک تازہ گناہ کرتا ہوں
 گاہ قطرے میں دیکھتا ہوں بحر
 کوہ کو گاہ گاہ کرتا ہوں
 کیا گراں بار ہو گئی ہستی
 موت سے ہی نباہ کرتا ہوں

ویسا چہرہ کوئی نہیں واصف
 اپنے دل میں نگاہ کرتا ہوں!

نہ میں آیا نہ میں لایا گیا ہوں !
وہی "کن" ہوں جو فرمایا گیا ہوں

میں ایسا گیت ہوں کہ ہر زبان سے
ہر اک انداز میں گایا گیا ہوں

حقیقت کھل چکی اس بات کی اب
کہ تڑپا ہوں یا تڑپایا گیا ہوں

میری اپنی نہیں سے کوئی صورت
ہر اک صورت میں دکھلایا گیا ہوں

بہت بدلے میرے انداز لیکن
جہاں کھویا وہیں پایا گیا ہوں

وجودِ غیب ہو کیسے گوارا !
تری راہوں میں بے سایہ گیا ہوں

شبِ غم، سوزِ ہستی اور تری یاد
 کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

یہاں جلوے ہوتے حائلِ دید
 خدا جانے کہاں لایا گیا ہوں

انہوں نے جب کہا واصف کہاں ہے
 خجل، ستم کہ بے مایہ گیا ہوں



بلا عنوانِ فسانے ہو رہے ہیں !

بڑے دلکش ترانے ہو رہے ہیں !

نہ اب وہ ہیں نہ ان کی یاد باقی !

انہیں دیکھے زمانے ہو رہے ہیں

چراغاں کر گئے جو میری راتیں

انہیں کے دن سہانے ہو رہے ہیں

ہم آجاتے مگر ہم کیسے آتے

بہانے یہ پرانے ہو رہے ہیں

نظام الدین کی بستی اب رہی ہے

کہ خسرو کے فسانے ہو رہے ہیں

ذرا ان کی سُنو باتیں کہ واصف

ٹھکانوں پر نشانے ہو رہے ہیں !

اب کہاں اجتناب کے دن ہیں
 ساقیا یہ شراب کے دن ہیں
 زلف لہرائی کہ گھٹا چھائی
 شوق کے احتساب کے دن ہیں
 پھنجز ہیں سائی کر رہا ہے عشق
 حُسن کے اضطراب کے دن ہیں
 ان خرابوں میں جو شراب ہوا
 اسی خانہ خراب کے دن ہیں
 یہ ہے میخانہ و صنم خانہ
 راہ کے انتخاب کے دن ہیں !
 سوتے میخانہ آرہا ہے کوئی !
 میکشوپینج و تاب کے دن ہیں

رات جس بزم میں کٹی و اصف
 اسی محفل کے خواب کے دن ہیں

ہمارے پاس تھے کل تک جو زندگی کی طرح
 بچا کے گزرے ہیں دامن وہ اجنبی کی طرح!
 اب اعتبار کی خد سے نکل گئی سے لگن
 وہ دل لگاتے ہیں ہر اک سے ذل لگی کی طرح
 وہ چاہتے ہیں انہیں ہم حُدا بنا ڈالیں
 سلوک کرتے ہیں جو ہم سے آدمی کی طرح
 نیاز مانہ، نئی روشنی، نئے انساں
 جہاں سے اٹھ گئی ہر رسم عاشقی کی طرح
 ہمیں ملی ہے کسی کے لہو سے آزادی
 ہمارا خون بھی شامل ہو اب کسی کی طرح
 نہیں ہے غم بھی مرا آپ ہی کے غم جیسا
 ہری خوشی بھی نہیں آپ کی خوشی کی طرح

وہ بات جس کے لئے غمزدہ تھے ہم واصف
 وہ بات بھول گئی ہے ہمیں، منسی کی طرح

تجھے پایا ہے خود کو کھو گیا ہوں
 بہت جاگا تھا میں اب سو گیا ہوں

مٹایا جس نے نقشِ وہم ہستی
 اسی پیکر کا سایہ ہو گیا ہوں

مراثی نہیں ہے کوئی شاید
 زمیں سے آسماں تک تو گیا ہوں!

مجھی سے پوچھتے تھے وہ کہاں ہے
 بدل کر مجلس میں واں جو گیا ہوں

انہیں کے فیض سے لب کھل گئے ہیں
 دگر نہ میں وہاں کم گو گیا ہوں

نہ وہ آئے نہ وہ آئیں گے واصفت!
 مجھے جانے میں کیا ضد لو گیا ہوں!

جہاں راز ہوں اہِ سحر ہوں
شبِ تاریک ہوں روشن قمر ہوں

میرا ہونا نہ ہونا ہے برابر !

حیاتِ جاوداں سے بے خبر ہوں

کسی میخانے کا ہوں ناز گویا !
قیامت ہوں کہ ساقی کی نظر ہوں

رواں ہوں رہنوردِ شوقِ منزل

میں دریا ہوں کہ ہستی کا سفر ہوں

کبھی مینا کبھی مست مے ناب !
کبھی گردش کبھی چوکھٹ پہ سر ہوں

میں ہوں بانگِ درائے صدا ناالحق

ہزاروں دار ہیں میں ایک سر ہوں

نہ میں واصفِ غزالی ہوں نہ رومی !

میں ناداں ہوں کہ دانائے دگر ہوں

تمھاری انجمن گرہا گیا ہوں
 نہ اتنا میں مگر اب آگیا ہوں

پلائے ہیں مجھے ساتی نے وہ جام
 نظامِ میکہ پر چھایا گیا ہوں

جنونِ باخبر کا راز بن کر !
 خرد کی گتھیاں سلجھا گیا ہوں

الا یا ایھا السّٰاتی نظر کن
 پلاؤ تلزم کہ صحرا آگیا ہوں

سکوینِ دل کی واصف کو طلب کیا
 تڑپ کر دہر کو تڑپا گیا ہوں



ذوقِ منزلِ تڑپ لگن سے کہاں
سہل ہے راستہ کٹھن ہے کہاں

شاہراہوں پہ گھورنے والو
شاہبازی کا یہ چپلن ہے کہاں
پھول تولے گئے ترازو میں
حسن میں بانچین پھین ہے کہاں

چشمِ بنیا سے رُوح کی منزل!
دیدِ حق شاملِ بدن ہے کہاں

کارواں کوچ ہو رہا ہے اب !
 بے خبر تو ابھی مگن ہے کہاں

بس رہی ہے فضا میں بوئے ریحلیؑ
 عنبر و نازِ خُستن ہے کہاں

راہ برہی نہ ہو کہیں واصفؑ !
 کوٹنے والا رہزن ہے کہاں



بے نام داستان ہے، ارمانِ زندگی !
گرتا ہوا مکان ہے احسانِ زندگی !

دل پر تری جفا کے سوا اور بھی ہیں داغ
تاروں کا اک جہاں ہے دامانِ زندگی

کیا جانیں کس خیال میں ہم آگے کہاں
تکخیر کا گماں ہے ایمانِ زندگی !

رو رو کے آج کاٹ رہے ہیں شبِ فراق
گردانِ الامان ہے سامانِ زندگی

واصف نے مر کے سیکھی ہے تسلیم کی ادا
منصور کی زبان ہے، تاوانِ زندگی !

آرزو اتنی ہے جانِ آرزو !

جستجو و جستجو و جستجو

ضبطِ غم سے تھی ہماری آبرو

شک رک جائے پکتا ہے لو

ہم کو ذوقِ دید لے آیا کہاں

آئینہ ہم، ہم نظر ہم رُوبرو

خاموشی ہے گوشِ بر آواز کیوں

بام و در میں، ہو رہی ہے گفتگو

منبرِ تلقین پر رندِ خراب

چٹھہ گیا ہے ہاتھ میں لے کر سبُو

بند ہو جائے تو کھل جاتی ہے آنکھ

دُور سے آتی ہے پیراہن کی بو

ٹوٹ جاتی ہے کلی کھلتی نہیں
 دامن گل ہو نہیں سکتا رُو
 آنکھ سا جہاں آنکھ ہی مسجود ہے
 خونِ دل سے آنکھ کرتی ہے وضو
 کم لگا ہی ہے حرم سے بدگماں
 چشمِ بینا ہو تو کعبہ چار سو

بن کے افسانہ ترا جان بہار
 پھر رہا ہے آج واصف کو بہ کو



ہوش و خرد کی راہ میں
مست بنا گئے بھی وہ

دے کے سرِ غ زندگی
کر کے فنا گئے بھی وہ

لوری سنا کے پیار کی
مجھ کو سلا گئے بھی وہ

بن کے وفا کی داستاں
دے کے دغا گئے بھی وہ

شامِ فراق میں مگر
دیپ جلا گئے بھی وہ

واصف کو راز کی خبر
دے کے چھپا گئے بھی وہ

کیا سناؤں میں دل کا افسانہ !
گاہے آباد و گاہے ویرانہ !

جل رہا ہے مثالِ شمع یہ !
یوں تڑپتا ہے جیسے پروانہ

ٹوٹ کر رہ گئی ہے اک تسبیح
اور بکھرا پڑا ہے ہر دانہ

آپ کا نام لیتے ڈرتا ہوں
اور ہر نام سے ہوں بیگانہ

گلِ صد چاک و قطرة شبنم
پیش ہے یہ حقیر نذرانہ

چشمِ ساقی کی مستیوں کی قسم
ایک دل صد ہزار پیمانہ

آپ کہتے ہی کوئی بات نہیں
یونہی و اصف ہوا ہے دیوانہ



مرے ندیم مرے ہم سفر مرے محسن !
 ترے فراق نے بخشا ہے ذوقِ دار و دین
 تمہاری یاد میں پھولوں کے ہار مر جھائے
 اڑا لیا ہے خزاؤں نے آج رنگِ چمن
 تمہارے بخشے ہوئے آنسوؤں کا کیا کہنا
 سیاہ رات ستاروں سے ہو گئی روشن
 ترا جہاں فقط رنگِ بو کا ہے منظر
 مرے جہاں میں کچھ بھی نہیں سوائے لگن

میں بے نیاز جہاں ہوں کہ بے نیاز وجود
 مری زمیں ہے مرے آسماں زمان و زمن
 تمہاری دنیا میں ہر دم موت کا خطرہ !
 فنا سے دور بقائے دوام میرا وطن

چراغِ جلتے ہیں یا دل کے داغ ہی واصف
 حسین یادوں نے دل کو کیا حسیں مدفن

مے ہیں ان سے ہم نامحرمانہ
کہ محرم ہو گیا سارا زمانہ

تیری رحمت نہ دیتی گر نہ ہارا
کہاں کھٹا طریق کافرانہ

نقاب رخ بنی اٹھی نہ اب تک
نظر ڈالی تھی ہم نے طائرانہ

تیری معصوم نظروں کو خبر کیا
تڑپ کر خود ہوا ہے دل نشانہ

بڑی مدت میں پایا راز و اصف
جبین شوق ہی ہے آستانہ !



میں کہاں اور کونے پار کہاں !
وہ بولا لیں یہ اختیار کہاں !

آہی نکلے جو میکدے میں ہم
رہ گیا پاس ننگ و عار کہاں

وہ ہوتے مائل بہ کرم خود ہی !
ہم نے ان سے کیا ہے پیار کہاں

چشمِ نرگس بنا ہوا ہے دل !
ڈھونڈنے جائیں تجھ کو یار کہاں

ابھی جاؤ کہ زلیست ختم ہوئی
رہ گئی تاب انتظار کہاں

میں ہوں منصورِ وقت ڈر کس کا
ڈھونڈتا ہوں چھپا ہے دار کہاں

تعم گئی گردشِ زمان و مکان
میکدے میں ابھی بہار کہاں

جب سے یہ کاروبارِ ذوقِ بلا
رہ گیا ذوقِ کاروبار کہاں

کھا رہے ہیں نظامِ نو کی قسم ؛
بولنے لگ گئے مزار کہاں

آج واصف نے پھر غزل کہہ دی
اب نہ کہتے کہ بار بار کہاں!



آج ان کا پیام آیا ہے
 خیر سے میرے نام آیا ہے
 دلِ ناکام کام کا نکلا !
 بعد مرنے کے کام آیا ہے
 بولا صیاد جب مجھے دیکھا
 تو کہاں زیرِ دام آیا ہے
 ہم سفر جیسے ہو گئی منزل
 ایک یہ بھی مقام آیا ہے
 موت کا ہے یہ آپ کا ہوگا
 بے خودی میں سلام آیا ہے
 آہی جائے گا عید کا دن
 یونہی ماہِ صیام آیا ہے

مر گئے انتظار میں واصف
 تب کہیں لب پہ جام آیا ہے

چاند کے انتظار میں تارے

ڈوبتے جا رہے ہیں بیچا رہے

پوچھتے کیا ہو وجہ بربادی

ایشیاں میں پڑے تھے انگارے

ہم کہاں ظلم آشنا ہوتے

ہم لگاہِ کرم کے تھے ماہے

ہو گئی دید موت سے پہلے

آج ارماں نکل گئے سارے

خود تو ڈوبے صنم بھی لے ڈوبے

شہر میں آئے تھے بنجائے

ہے وہی کشتہ زندہ جاوید

خوئے تسلیم جن کو تو مارے

آج اشکوں نے ابرو رکھ لی
 یوں تو عشاق تھے بہت سارے
 دل کے ٹکڑوں میں دل سلامت ہے،
 جیسے قرآن کے ہو گئے پارے

آج واصف علی غزنخواں ہیں
 کل تک تھے خموش بیچارے

پیارے دل بڑا ہی ڈرتا ہے
ڈرتے ڈرتے بھی پیار کرتا ہے

اُمی اُمی کا تیل ہے!
اُمی اُمی پہ مرتا ہے

زندگی ہے مگر تھامے بعد
موت کا سا سماں گزرتا ہے

غم ہستی رہا شریکِ حیات!
غم سے ہی اُمی نکھرتا ہے

زخمِ الفتِ حریفین کا دل ہے
کیا بھرے گا کہ روز بھرتا ہے

کیا قیامت ہے بحرِ غم میں دل
دوبتا ہے کبھی ابھرتا ہے

تیری راہوں میں کھو گیا واصف
ذکر تیرا جہاں سے کرتا ہے!

ہم نے مانگا تھا کیا نظر کے سوا
ہم نے پایا ہے کیا خبر کے سوا
کارواں سے متاعِ ذوقِ سفر
کس نے لوٹی ہے راہِ سبر کے سوا
ان کے جلوے ملیں گے شرق و غرب
ان سے ملتے ہمارے گھر کے سوا
داؤ زخمِ جگر ملی ہے مجھے
ایک دُنیا سے چارہ گر کے سوا
کچھ نہیں ہے فقط فریبِ نظر
کہکشاں تیری رہگذر کے سوا
شبِ فرقت کٹی ہے مرمر کے
موت کیا چیز ہے سحر کے سوا

اس جہانِ خراب میں واصف!
شور کے بعد کیا ہے شر کے سوا!

رہبر ملے رستے لمبے رہزن تھے بڑے پختے پختے مینانے کے درہم آنکلی
 ہم دن کو چلے راتوں کو چلے، چلتے ہی رہے، روتے روتے میخانے کے درہم آنکلی
 ساتھی بھی ملے جو چھوڑ گئے، دل پر جو ملے دل توڑ گئے، ہم ٹوٹا دل لے کر منتے رہے
 چلتے ہی رہے جانے کیسے بے جان ہوتے مرتے جیتے مینانے کے درہم آنکلی
 مجنوں سے ملے، صحرا دیکھے کانٹے بھی چھبے، چھالے بھی پڑے، وحشت تھی مگر ساقی کی نظر
 برباد رہے، ناشاد رہے، جو کچھ بھی ہوتے ہم ان کے تھے مینانے کے درہم آنکلی
 سبحان اللہ ما احسک، ما اکلک، ما اجلک، ہم نے بھی سنا ہم نے بھی کہا
 ساقی کی ثنا میں ہر ذرہ پیمانہ تھا، ہم پی پی کے چلے مینانے کے درہم آنکلی

ساقی کی نظر سے اپنی نظر مل جاتی مگر ہم جھکتے ہوتے پاؤں پر گرنے یوں محو ہوتے
مستی جو ملی ہم مست ہوتے کچھ بھول گئے کہتے کہتے مینخانے کے درہم آنکے

سب چاک کھلے سلتے سلتے ہم خود سے ملے ان سے ملتے ہم اکھ ہوئے جلتے جلتے
یہ کھیل انوکھا ہم کھیلے، موتو اقبل ہم کیا کہتے، مینخانے کے درہم آنکے

تھار قص انا الحق دارونا، پیمانہ بھرا و اصف نے پیا، ہر سمت عیاں و جہاں ہوا
فی انفسکم، ہومعکم، خود ان ملا، کیوں چپ رہتے، مینخانے کے درہم آنکے !

ہم طرزِ فغاں اور ہی ایجاد کریں گے
ہم بھول کے تجھ کو نہ کبھی یاد کریں گے

ہم چاک گریبانوں کو آداب سے کیا کام
ہم تجھ سے تراشکوہ بے داد کریں گے

دم گھٹتا ہے سینے میں تے ڈون سے اپنا
ہم پیروی مسلکِ اجداد کریں گے

انصاف کی جب تجھ سے توقع ہی نہیں ہے
سہہ لیں گے ستم ہم کہاں فریاد کریں گے

اڑ جائے گی جب خاکِ نشیمن تو بلا سے
وہ کنجِ قفس سے مجھے آزاد کریں گے

معلوم نہیں جن کو مرا حال ہی واصف
وہ شاد کریں گے بھی تو ناشاد کریں گے

نگاہیں کھل گئیں لبِ سل گئے ہیں
 سرِ راہ وہ اچانکِ دل گئے ہیں
 جمالِ رنگِ دیو سے بچ بچا کر
 کلی مسکائی ہے گل کھل گئے ہیں
 میرے دل پہ نظر تھی اک جہاں کی
 ترے غم میں بڑے غمِ دل گئے ہیں
 دل و جاں لے چلو تم پاس ان کے
 ہزاروں لوگ لے کر دل گئے ہیں !

جنہیں خود ڈھونڈتی پھرتی سے منزل
 وہی واصفِ سوئے منزل گئے ہیں

زندگی آپ کی امانت ہے
لے لیں واپس بڑی عنایت سے

دن تو دنیا میں کٹ گیا لیکن
رات کیسے کٹے، قیامت سے

جس جب اس قدر مسلط ہو
سالس لینا بڑی عنایت ہے

میں نے ماحول میں وفا بانٹی
مجھ سے ماحول کو شکایت ہے

کوئی دیکھے مری نظر سے اگر
آئینے میں تمہاری صورت ہے

بھولنا اس کو میرے بس میں نہیں
یاد رکھنا جسے مصیبت ہے

اپنا اپنا نصیب ہے واصف
غم ہمارے، تیری مسرت ہے

رازِ اُلفت عیاں نہ ہو جائے
 خامشی اب زباں نہ ہو جائے
 مسکراہٹ کے گل پہ شبنم اشک
 یوں ترا غم بیاں نہ ہو جائے
 ان کے آنے میں شک نہیں لیکن
 اپنی ہستی گماں نہ ہو جائے

ہر قدم پر بچھا دیئے تارے
 تیری راہ کھکشاں نہ ہو جائے
 دل میں حسرت بھی اب نہیں ملتی
 یہ مکاں لامکاں نہ ہو جائے
 اس کی آنکھوں کا ایک اک قطرہ
 قلم بے کراں نہ ہو جائے

میری لوحِ جبین ہی واصف !
 حسن کا آستان نہ ہو جائے

موسم گل کیا گیا، سب آتشیں جذبے گئے
 ہاتھ سے جگنو اڑے، افلاک سے تارے گئے
 بیڑیاں پائے یقیں میں کس طرح ڈالی گئیں
 شہبازِ فکر کے پر کس طرح کاٹے گئے
 پتھروں کے شہر میں جشنِ چراغاں ہو گیا
 شدتِ جذبات میں پسینے کئی توڑے گئے
 جن کے دم سے زندگی بھی رقص کرتی تھی کبھی
 دشتِ تنہائی میں وہ انسان بھی دیکھے گئے
 علم ان کا بن گیا ان کی بہت کی دلیل
 جب بھی ہاتھی دیکھنے کے واسطے اندھے گئے

بے حسی کی تیرگی میں اک تم سائشی نہ تھا
 ایسے عالم میں بھی زیور مانگ کر پہننے گئے
 اپنی ہی آواز سے ڈرنے لگے سب آدمی !
 بڑھتے ساتے دیکھ کر سب آدمی گھٹتے گئے

کارنامے ہی فقط ارہ جائیں گے تاریخ میں
 ورنہ اس دنیا میں واصفت آدمی آئے گئے

دُشمن ہے میری جان کا ہر آدمی جہاں
 اس شہر کو میں آج بھی کہتا ہوں جانِ جاں
 صحرا سے اٹھ رہے ہیں بگولے نئے نئے !
 منزل کا ہے نشان نہ رہے نہ کارواں
 کیا روسیاءِ رقیب کو بختِ سا بلا
 اس کا بھی نام نامی رہا زیبِ داستاں
 ساحل سے دیکھتا ہے مجھے میٹرا ناخدا
 کشتیِ شکستہ حال ہے طوفاں کے درمیاں
 گل کر دیئے قضا نے تمناؤں کے چراغ
 لودے رہا ہے دور تک پھیلا ہوا دھواں
 ہے یہ ستم بھی آپ کا بالائے ہر ستم !
 ”مارا یہ غمِ نذرہ کشتی بدنام آسماں“

اب خاک چھانٹتے بھی تو واصف نہ مل سکے
 مدت سے ہو چکا ہے وہ سوتے علم رواں

راستہ منزل مقصود کا دشوار بھی ہے
 سر پہ لٹکی ہوئی اندیشوں کی دیوار بھی ہے
 تو شناساتے حقیقت ہے یہ تسلیم مجھے
 ہاں مگر پاس ترے جراتِ اظہار بھی ہے؟
 جو بھی آتا ہے نظر بھائی نظر آتا ہے
 کوئی اس شہر میں یوسف کا خریدار بھی ہے
 چار تنکوں کے لئے برق کو زحمت کیوں ہو؟
 آٹیاں جس پہ ہے وہ شاخِ ثمر دار بھی ہے
 بہہ رہا ہے میرے رستے میں لہو کا دریا!
 سامنے آنکھوں کے اک شعلے کی دیوار بھی ہے
 ایک گرداب سے مرمر کے سفینہ نکلا
 سر پہ طوفان بھی ہے سامنے منجد ہار بھی ہے

کس سے پوچھوں گا میں اسبابِ تباہیِ اصفا
 "خاتما ہوں میں کوئی صاحبِ اسرار بھی ہے"

خُم ہوا سر اگر تسلیم نہ ہوا
کب جنوں کشتہ بستم نہ ہوا

کون ہے جس کو تیرا غم نہ ہوا
ہم پہ تنہا ترا کرم نہ ہوا

اک غزل تھی جو گنگنا نہ سکے

اک فسانہ تھا جو رستم نہ ہوا

وصال کا تذکرہ فراق کا غم
آپ کا ذکر تھا کہ کم نہ ہوا

جو جہاں کی نظر سے چھپ کے ملے

اک قیامت ہوئی صنم نہ ہوا

اک قدم دار، اک قدم پہ رسن
دو قدم عزم ہمت دم نہ ہوا

دم نکلتا نہ کس طرح واصف
دم ہوا گیسوؤں کا خم نہ ہوا

بزم رنداں میں نیا راز کھلا آج کی رات
حُسنِ خود شوخی رندانہ ہوا آج کی رات

رقصِ بسمل نے کسی دل میں اٹھائے طوفاں
شمعِ افسردہ کہ پروانہ جلا آج کی رات

جھوٹا دل میخانہ کہ ساقی رقصاں
خوب پیمانے پہ پیمانہ چلا آج کی رات

سینہ طور سے خوابیدہ فسانے پھوٹے
قومِ موسیٰ کو نہ عنوانِ بلا آج کی رات

آج واصف نے سرِ بزم تماشا دیکھا
دل صد چاک کا ہر چاک بسلا آج کی رات

غم ہائے زمانہ سے کتارا نہ ہوا
کل تک جو ہمارا تھا ہمارا نہ ہوا

ہستی میں اگر رنگ ہے تو اپنے لو کا
وہ دل بھی کوئی دل ہے جو پارا نہ ہوا

دنیا کو سیمانے مسیحائی دکھائی!
اک اپنے ہی بیچارے کا چاہ نہ ہوا

دور اپنے پر آکر میں یہی سوچ رہا ہوں
کیا ہوگا اگر مر کے گزارا نہ ہوا

دنیا کے لئے عام صلائے طلبی ہے
اک جبرم ہمارا ہی گوارا نہ ہوا

ہر آنکھ سے ٹپکا ہوا آنسو نہیں آنسو

مٹی میں جو مل جائے ستارہ نہ ہوا

کب ذکر جفاؤں کا تیری ہم نے کیا ہے
واصف نے تجھے رسوا کرے یا را نہ ہوا!

بلبل نے کیوں گایا گانا
 پھول گریباں چاک پُرانا
 میرا غیر نہیں ہے کوئی
 میں سب کا جانا پہچانا
 میرا حصہ اڑھائی فیصد
 تم نے انکم ٹیکس بچانا
 میں قادر جبار قہار
 کب تک ہے رحمان کھلانا
 رشوت سود شراب حرام
 میرا ان سے بے پرانا

میں ہوں سب سے ارفع اعلیٰ
تو نے مٹی میں مسل جانا

تیرا مر جانا ہے لازم
میں نے اک باقی رہ جانا

کون ہوں میں معلوم ہوا
واصف میرا ہے دیوانہ



کیسے کون کرے متوالا !
بات انوکھی راز نرالا !

دل ہی دل کی بات نہ جانے
ترپے پھڑکے بھولا بھالا

عقل ہوئی حیرت میں گم
عشق نے کاروبار سنبھالا

ہستی زلف سے موت کا شانہ
رہبر اپنا گیسوؤں والا

علم کی کھیتی خشک ہوتی تھی
جھوم کے اٹھا بادل کالا

واصف کو معلوم نہیں ہے
کس چتون کا ہے متوالا

گھر میں قیامت آئی ہے، ہر سمت ہوا محشر برپا
 ٹوٹی ہوئی کشتی نے شاید نزدیک کنارہ دیکھ لیا

یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے یہ تیری نظر کا جادو ہے
 یوں تیری تمنا میں ہم نے یہ عالم سارا دیکھ لیا

میری ہی طرح مجبور ہے وہ پابند ہے وہ میرے جیسا
 پلکوں پہ تری ہم نے اپنی قسمت کا ستارہ دیکھ لیا

جو وقت پہ کام آسکتے ہیں وہ بازو اپنے ہوتے ہیں
 اللہ کا سہارا کافی ہے غیظوں کا سہارا دیکھ لیا

کہنے کی نہیں یہ بات مگر کہتے ہیں یہی سب اہل نظر
 پامرد ہے وہ راہی جس نے منزل کو دوبارہ دیکھ لیا

غمِ جاناں کے ماسوا کیا ہے !
دلِ صد چاک میں بھلا کیا ہے

مرگِ ہستی ہے حاصلِ ہستی
اور اس مرض کی دوا کیا ہے

برقِ جلوہ فنگن نشیمن میں !
تو مگر خوش ہے ماجرا کیا ہے

دارِ ہستی کو سرفراز کرو
رقصِ بسمل میں اب رکھا کیا ہے

پھر وہی آرزوئے رُسوائی
”دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے“

ایک واصف نہ ہو تو غم کیسا
حسنِ صدرِ رنگِ یہ ادا کیا ہے

آج دلِ ذکر، یاد کرتا ہے !
 پھر مجھے بے قرار کرتا ہے

مجھ کو آنسو ملے مقدر سے
 تو کہاں اشکبار کرتا ہے

دل چکے خاک میں مگر تیرا
 دل ابھی منتظر کرتا ہے

بھول کر بھی تجھے نہیں بھولے
 بدگماں شرمسار کرتا ہے

شمع جلتی ہے اور پروانہ
 جلنے والوں سے پیار کرتا ہے
 ایک بار اور کیجئے وعدہ
 کون اب اعتبار کرتا ہے

شامِ غم آگئی مگر واصف !
 "سایۂ زلف یار" کرتا ہے !



آئی ملن کی بیلا !
 سانجھ بھئی جھوٹے بیلا
 آج میرے گھر ہے میلہ
 نہیں ملاتے دل مئیلا
 رت بدلی موسم بدلا
 اب ادلے کا ہے بدلا
 مستی میں بادل کالا
 بھاگ کٹورا دل کالا
 اپنے سے اوپر کالا
 میں آفت کا پر کالا

تو جانے وہ ہے لالہ

تیری جان کا ہے لالہ

تن اجمرد ہے من کالا

لا میں پھیروں منکالا

واصف کس کا متوالا

جانے جو ہمت والا



رام رام رام

بگلا کھڑا ندی کنارے کے رام رام رام!
 اک مچھلی جو بیجو میں مانوں تو ہے رام!
 مچھلی بولے رام سے رام رام رام!
 اس موذی کو مار یو تب ہم جانیں رام
 رام کے دونوں سے تم دونوں جھوٹے ہو
 رام سے مانگو رام کو پھر کچھ اور کہو

اب کیوں آتشِ نرانش بھئی

میں نرمل بہتی ندیا
دھرتی پر آکاش بھئی

اب کیوں آتشِ نرانش بھئی

تو مدوا کا ہے ساگر
میں ندیا کی پیاس بھئی

اب کیوں آتشِ نرانش بھئی

میں گل تک پہا کی رین
اب میں پورنماش بھئی

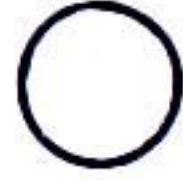
اب کیوں آتشِ نرانش بھئی

میں سوئی جگ بیت گئے
اب میں جگ پر کاشن بھی

اب کیوں آتش نراش بھی

واصف سورج مکھ لے کر
بورے رین اماش بھی

اب کیوں آتش نراش بھی



نین کٹورے مد بھرے چھلکت ہیں دن رین
نین پیاسے نین کے نیر نین کے بین !

گجر بجا بھونچال کا ہلے بھوم پاتال !
مورکھ پگ پسار کے سویا ہے سکھ چین

دیپ جلا کے من کو دیوالی کر جائے
تن من آگ لگائے کے ملے تان کا سین

شام ملے گا شام کو دن دکھڑوں کا دیس
درس پیاسی داسی آئی، آئی ملن کی رین

کاگا آن اٹریا، بیٹھا چپ اداس
گاہ کروں کت جاؤں میں کون سنے گا بین

واصف سُدھ بدھ کھو گئی جانے جو چت پور
کس برتے گر پایا، اب کا ہے بے چین !

ندیا رو رو گیت سنائے
 گاگا کے ساگر مل جائے

جب تک بہتی ہے ندی
 ہیں پریت ساگر ہمسائے

ندی کنارے رونا کیا
 پریت نے ہیں زیر بہائے

ندیا پریم کہانی ہے
 مورکھ تجھ کو سمجھ نہ آئے

جن راہوں سے گذرندیا
 سندر آشا پھول کھلائے

سب کی پیاس بجھا کر واصف
 ندیا آپ پیاسی جائے

تو میرا ایمان نہ کر
چھوڑ مجھے حیران نہ کر

ہجک بھاگا بھاگڑا آئی
اب تو رام رحمان نہ کر

دھڑتی کے اندر دھڑکا
اب تو بان کمان نہ کر

دیکھ لیا تیرا جو بن!
موت کی مورت مان نہ کر

ماٹی کھا ماٹی میں جا!
ہائے میرا سامان نہ کر

تو نے کھایا ہے مزدور
تو ظالم ہے دان نہ کر

میں ہوں تیرے دل کا چور
بیچ کر دیکھ گمان نہ کر

رشوت کھا تو بہ کر جا
ڈر جھوٹا پیمان نہ کر

واصفِ اگنی سے کھیلے
کون کے شمشان نہ کر!



ٹوٹ گیا اٹا کا تارا
کون کرے اب پرچارا

آپس میں دونوں پریمی ہیں
اللہ تیرا رام ہمارا

تارا آن گرا دھرتی پر
گر کے ٹوٹا بیچارہ

نہیں کسی اکاش کا درمیں
آنسو آشاؤں کا تارا

میری رات بڑی روشن ہے
ہر تارے میں ہے سوتا تارا

ساجن چرن ہی صین ملیگا
جیت اسی کی جو ہارا

جنگل بیلہ دُھوم مچتی ہے
گاتا جاتے بنجارہ

راگی روگی راگ الاپ
ٹوٹ گیا من کا تارا !

من موہن من کے اندر
مورکھ نے کب من مارا

میری پیاس کی بات نہ کر
پی جاؤں ساگر سارا

گر جانے گر گیس کا ہے
واصف گر کا ہر کارا



من کی بات سناؤں کس کو
اپنے جیسا پاؤں کس کو!

اندھے رہبر اندھے پیر
رہبر پیر بناؤں کس کو

شیش محل اب گرتے جائیں
شیشہ میں دکھلاؤں کس کو

میں مہستی کا میخانہ ہوں
کون ہے مہست بناؤں کس کو

واصف کے گھر دیوالی ہے!
انگن ناچ نچاؤں کس کو

تجھ کو کھٹ سے پیار ہے مجھ کو چوکھٹ سے
 میں ہوں پریم کتھا میرا کیا مرگھٹ سے
 ندیا روتی جائے بنسی کیوں ٹوٹی
 پنہارن کی بات ہے پوچھو پن گھٹ سے
 مکھ دکھلانے کے دن آئے سامنے آ
 کب تک بات کر دو گی گوری گھونگٹ سے
 جلیسی جا کی چاکری ویسی وا کی ریت
 ہیر نے ہیر بنایا رانجھے کو جٹ سے
 اگنی جل میں لاگی، مانی پون چسلی
 پریتیم پریم بچائے گا اس کھٹ پٹ سے

○

تیرے گھر من موہن آئے دیپ جلا!

چرنوں میں رکھ سب کو گوری تو جھٹ سے

ان شمشان بنے گا تیرا شیش محل

بجلی ورثا ہوگی اڑتے راکٹ سے

گر کی بات کہے گا گر کا نام نہ پوچھ!

ہو جائے گا مچلا واصف جھٹ پٹ سے



روگی روگ سُنائے جا!
مست بنا مستی میں آ

ساجن شاید رُوٹھ گئے!
کیوں چُپ بیٹھا ہے کاگا

بیتے دن کیا یاد آئے
بنسی گائے کیوں رادھا

تو ہر جہانی میرا کون
میں ہوں اپنے مولا کا

میرے من مندر میں کون
چھوٹا مالا کا منکا

رادن کو بھی رام کرے
سجدہ تیری چوکھٹ کا

میں مدد کا ہوں ساگر
آئینوں سے نین ملا

تارے سہمے چندر سے
چندا پہ سورج چھایا

واصف کس کا امر ہوا
سورج کیوں ڈر کے لوٹا



سانس کی ڈوری کھٹی جائے
تو بے کار ترانے گائے

رب رُوٹھا راضی ہو جائے
رُوٹھے دل کو کون منائے

بھور بھئی کا گجبر بجا ہے
بیت گئے راتوں کے سائے

تاریکی دم توڑ رہی ہے
پردانوں نے دیپ جلائے

میرا انگ انگ ناچ رہا ہے
میرے گھر من موہن آئے

سکھیوں نے پھر سادن گایا
جھوم کے کالے بادل آئے

ہجر کی رات ہوئی دیوالی
ہم نے دین پہ دین چلائے

سایہ بھی منظور نہیں ہے
تیرا عشق اکیلا جائے

خود کو اپنی آنکھ سے دیکھا
خود روئے خود ہی مسکائے

واصف گہرا راز کسی کا
باتوں باتوں میں کھوجائے



تیری راہ میں میں مر جاؤں
تب جا کر تیرا کسلاؤں!

میں سندر سپنوں کا دیش !
آشاؤں کا گیت سناؤں

تو کھو جائے ڈھونڈ نکالوں
اب تو ڈھونڈ کہ میں کھو جاؤں

میرے ہاتھ میں ہاتھ کسی کا
اب میں کس سے ہاتھ بلاؤں

حسرت جن آنکھوں سے ٹپکے
میں ان سے کیا نہیں بلاؤں

واصف وحدت سے جگ کثرت
ہر چہرے میں خود کو پاؤں !

میں ہوں گیتوں کی نالا
اپنے ساز اٹھا کر لا

پریم پون اب اٹھلاتی
رُت بدلی موسم بدلا

ساتھ سُردوں کا ہے سرگم
میں گاؤں جھومے بیلا

اک رادھا کے روپ ہزار
کھلا ، بھلا اور سرلا

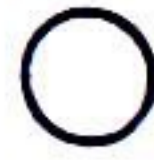
تو سمجھے میں ہوں پاگل !
میں جانوں تو ہے لگلا !

مان بھی جا روٹھے ساجن
آنہنیوں سے نین بلا !

ہر جاڑوپ ہری کا ہے !
 لیکن وہ ہر شے سے جدا

بیت گئے برہان کے دن
 آئے شام تو ویپ جلا

واصف جانے بات اگم
 چپ سادھے بیٹھا چلا



پگ پگ روتی آئی داسی چسرن میں
 آگ لگا کے لائی اپنے تن من میں!

جنگل بیلا ڈھونڈ پھری جوگن تیری
 سیس نوا کے دیکھا تو سا جن تھا من میں

رت ملن کی آئی بیلا جھوم گیا
 پون چلی اٹھلاتی، جو بن ہے بن میں

پنہارن گاگر بھر لائی پن گھٹ سے!
 ٹوٹ گئی گاگر، آنسو ہیں نینن میں!

واصف پریم کی اگنی اگنی سے کھیلے
 بندھی بات نہ آئے بنیا بندھن میں!



شام بھتی تو اب گھر چل
 دیکھ لیا تیرا حاصل
 اُمنجدھار سے کھیلین یار
 تو کیوں ڈوب گیا حاصل
 میں کیا جانوں زیست ہے کیا
 میری موت نہیں منزل
 میں کس کی آواز بنا
 کانپے پتھر کا بھی دل

میں کیا جانوں کون ہوا

جو ہر ذرے میں شامل

وحدت کثرت ایک ہوتے

ایک مسافر اک منزل

ہم واضح سے دور بھلے

کون کرے خود کو بے گل!



گیت سناؤں ، میں کیا گاؤں
 میں آنسو ہوں ، روتا جاؤں
 سب کو دیکھوں ، خود چھپ جاؤں
 ندی کنارے نیر بہاؤں
 گاہ کروں میں اب کت جاؤں
 پاس رہوں اور ہات نہ آؤں
 تن من آگ لگا کے جاؤں
 دیکھ راگ سنا کے جاؤں
 موت سے کھیلوں کھیل نہ پاؤں
 زلیست کا نقش مٹاتا جاؤں
 ننڈیا پھینوں گجر بجاؤں
 سندر پننے یاد کراؤں !

خود جھوموں، خود گاتا جاؤں
 اُتھ کو بھی مست بناؤں

کون سننے کس کو سمجھاؤں
 میں خود کو ہی جان نہ پاؤں

ذرے میں صحرا ہو جاؤں
 قطرے میں دریا ہو جاؤں

راز نہ کھولوں، خود کھو جاؤں
 واصف جاگے، میں سو جاؤں

رات کٹی تارے گن گن !
چین نہ آئے ساجن بن !

حسن ازل کے روپ نئے !
دن سے رات اسی سے دن !

موت بنی ہستی کی راہ !
ہستی ہست کی ہے مدفن

چاک کھلے سلتے سلتے !
ہوش و خرد کے اب کیا دن

پچھم سے نکلا سورج
دیکھ لیا مولائی فن !

مست ہوا ذرہ ذرہ
آیا کون میرے انگن

واصف کی باتیں نہ سن
کھا جائے گا تجھ کو جن !

مور چُنریا ڈھلکی میں کیا جانوں رے !
 مور گگریا چھلکی میں کیا جانوں رے !
 شام مڑلیا بس گئی، موری نس نس میں
 گونجی کوگ کوتل کی میں کیا جانوں رے !
 نین ملے نینوں سے دل میرا دھڑکا
 جھنک ہوئی پائل کی میں کیا جانوں رے
 میں چاہوں من موہن کو وہ کت کو چاہیں
 بات کسی کے دل کی میں کیا جانوں رے
 گھائل کی گت گھائل جانے میں بولی !
 کون سُنے گھائل کی میں کیا جانوں رے
 میں سکیوں سنگ گاؤں، برکھارت ہے آئی
 بجلی کس بادل کی میں کیا جانوں رے

بھولی بسری بات ہوں میں اتنا جانوں !
 آج کی ہوں یا کل کی میں کیا جانوں رے
 میری پاگل پریت ہے میں اتنا جانوں !
 کون سُننے پاگل کی، میں کیا جانوں رے

اس کل جُگ میں واصف کل کی بات کہے
 ہوک ہے کس بے کل کی میں کیا جانوں رے

میں زردوشس ہرے ساجن !
میں کت جاؤں تیسرے بن

تیری یاد کے دیپ جلا کر
میں نے رات بتائی دن

میرے من کی پیاس بٹھا کر
اُ ساجن اُجا ساجن !

نین کوار نراش کھلے !
مان بھی جا اب دے درشن

میں برہا کی کالی رین
تو سورج تیرا ہے دن !

مجھ نزدھن کی آس نہ توڑ
 او نہ موہی من موہن
 میں سوؤں کیسے سوؤں
 میں جالوں نندیا بیرن
 میں ہوں دھول کہاں جاؤں
 میں اب آن لگی چسرن
 تو جگ جوگی راگ الاپ
 میں ناچوں میں ہوں جوگن
 میں متوالی اب کیا ڈر
 تو ہرگن میں ہے نرگن

میرے ہر دے اٹھی ہوک
کون سُنے گا ساجن بن

تیرا میرا کھیل الگ
میں روؤں تو تارے گن

نگ پگ نیر بہا کر واصف
گس کی راہ کہے روشن

میں کیا گاؤں تو بتلا
سارے گاماگارے سا!

اومنے پھیر کے جانے والے
دوش مرا بتلا کے جا

سُورج ہنسی نام مرا
تو جانے جب ہو رادھا

میرے رُوپ الوکھے ہیں
رام بنوں چاہے سیتا

را بنجھا مجھ کو ہیر کے
ہیر کے میں ہوں رانجھا

پگلے نام نہیں ہے ذات
نام ہزاروں اک داتا

بہسی پریم بجاتا ہوں
 نہ میں شام نہ میں رادھا

میں ہوں پریم میرا کیا نام
 نہ میں ہسیر نہ میں رانجھا

میرے گھر میں من موہن
 ویرانہ آباد ہوا

واقف سے جب آنکھ ملی
 آنسو پھوٹے، دل دھڑکا

تارہ ٹوٹا دیکھ کے دل نے کی پکار
مجھ کو کوئی نہ دیکھتا میں ٹوٹا سو بار

دُنیا نیچ ہے نیچ کی ہم دُنیا سے دُور
نیچ ملے گا نیچ کو، ملے یار سے یار

میں دھرتی کا راز ہوں میں آکاش کا دل
میں ہوں پریم کی راگنی، میں اتم فنکار

میں نردھن کا دھن ہوں میں ہرد کی ہوک
میں بن جل کے ماچھری میری لیجو سار

میں راتوں کا دیپ ہوں جل جل کالوں رین
انت سویرا ہو گیا رین گھڑی دو چار

میں گرجی کا بالکا بلک بلک گرجاؤں
میں آؤں ہر روپ میں مرے روپ ہزار

میں بابل کے انگناکب تک کھیلوں کھیل
میں پردیسن جانتی کھین کے دن چار

واصف پگلا ہوتے کے پہنچا بیچ بازگار
بولا پگلو سنیو اب کے تھری بار

سجنی سا جن آگے گھونگٹ کے پٹ کھول
 سا جن تو من میں بسے من کا منکا رول !

پلک جھپک میں رین کٹے، رین کٹے کیا دیر
 نن دیا بیرن پریم کی کر نن دیا پرچول

سا جن سیوا سکھ ملے، سیوک سدا بہار
 رنج ملے سکھ جانو خوش ہو کھائیو کول

سا جن چرن میں چین ملے رہیو سیس نوا
 وہ بولیں دم سادھیو کھلے نہ ڈھول نہ پول

سا جن کے من تب بسے جب سا جن کی ہو
 رہیو نین نواتے کے ملیٹھی باقی بول !

واصف اپدیشک بھیتو گر کی بات کہے !
 تہری جیسی لاکھ ہیں سا جن ہیں انمول !

لاج کہے لجنی لوجھی لچپت رام
 پیسہ بیری پریم کا پریم بنا کیا رام
 ٹھا کر دوارے میں کھڑی آئی بیس نوا
 میں مندر کی مورقی میرا نہ کوئی نام
 "کاگاسب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس"
 تو مورکھ کو کھائیو ہے نہ جا پے رام
 "دونین مت کھائیو پیا ملن کی آس"
 جن نین میں پی بسے کاگ کہے پر نام
 اللہ ہی پر ماتما اللہ بنسی راگ
 رادھا پریم کی اتما تم پر یتیم شام!
 واصف جگ بتائے کے ملی رین سہاگ
 میں چرنن کی دھول ہوں آئے دوارے شام

چل ری سکھی اس پار، سجن تو ہے یاد کرے
 بابل پیت بسار، سجن تو ہے یاد کرے

انگن کھیلیں سکھیاں ساری، جانا سب نے باری
 کھیلن کے دن چار، سجن تو ہے یاد کرے

پیت گئی ہے عمر یا بالی، مرلی سن من موہن والی
 اب کیا سوچ بچار، سجن تو ہے یاد کرے

ہوک اٹھت ہے من میں، تو ہے شام بلائے بن میں
 پائیلیا کی جھنکار، سجن تو ہے یاد کرے

موہن نر بھاگن کے میت، نسی گائے پیت کے گیت
 اس بن کون ادھار، سجن تو ہے یاد کرے

داصف اگنی من میں لاگی، سوئی رادھا انت ہے جاگی
 رت بسنت ہسار، سجن تو ہے یاد کرے!

مورکی چنریا رنگ دیوپی نے اپنے رنگ

نین سے نین ملائے کے گاہ کرو اب بین
ساجن تو من میں بسے سلگت کیوں دن رین

من مندر کی مورقی من کو ہی تڑپائے
دیش بدیش بنائے کے اب کاہے کو جائے

سکھیاں ہمری سکھ بسیں میں دکھیارن ایک
میں سسرال کو جانتی وہ نہ جانیں میک

پر بت کا پنے خوف سے تو بھاگے منہ زور
ساجن تیرے میت ہیں تو ساجن کا چور

پیت کی ریت نہ پوچھتے پیت سے اپنی ریت
ریت کے مرجاتیے موت ملن کی ریت

پریم کرے پر ماتما، پریم کی پر لو موہ
پر لو سے مورکھ ڈرے جسے کے پریم نہ ہو

واصف گر کے چرن سے گر کی بات ملے
تو دھنوتی بالکا گر سے نین ملے !

واصف جل میں اگ ہے پرت دوڑا آئے
دھرتی گرے آکاش پر مورکھ سمجھ نہ پائے

آشا بھری عمریا پگ پگ ڈولے ناؤ !
بے آشا کھیون ہار ہے چلے بچ بچاؤ

لوبھی منوا شہد میں مکھی بن کے بیٹھ
جان گئی ہے لوبھ میں منوا شہد کے بیٹھ

مورکھ اکھیاں پھار کے دیکھے میری اور
راز نہ جانے سادھ کا چور نے دیکھا چور

واصف پگلا ہوتے کے پہنچا بیچ بازار
بولا پگلو سن لیو اب کے تمسری بار

موری چنری رنگ یونی نے اپنے رنگ
اب سکھیاں تم گاہ کہو میں چلی پی کے سنگ

من موہن من موہ کے من کا موہ بھنے
من میں جب سے موہن بسے ہم من موہن ہوتے

تن من لا کے اگنی نین درشا ہو
لکڑی جل کے کو تیلہ بھتی نین نراش نہ ہو

تم پیتا کے دیش ہوساری پیتا ایہ
آج آئے کل جاؤ گے پیتا ڈارو کبہ

پتلی کھیل ہے دنیا ڈوری کس کے ہاتھ
 جا جنگل میں باسیے کوئی نہ جائے ساتھ
 میں ناچوں جگ ناچتا میں روؤں جگ روئے
 ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوتے
 ٹوٹا دل پر ماتما پرسی مایا پریت !
 واصف بانٹی گمر کی بنیا کس کامیت
 سا جن بسیں آکاش پہ کس بد ملنا ہو
 ہرز بھجن تو روئے کے ہری ملے گا رو !
 لے دے کر کے بانیا عمر کارت کھوتے
 خالی دیکھ کے رو کڑی ہات ملے اور روئے
 کا گا چوری کھاتے کے بیٹھا چپ ادا اس
 ہم جانیں کیا بات ہے ہم چلے پی کے پاس

گر گرووں کا واہ گرو میں گرجی کا گر !

میں راگوں کا زاگ ہوں سات سروں کا سر

پریت ہے ہما اتما پنہارن کی پریت

سکھیوں کے سنگ کھیلتی بھرائی گاگر

پریت نیر ہے ندیا کو مل نرمل پریت

دم سادھے جگ بیت گئے انت ملے ساگر

من مند کی مورقی نہ دکھلائے مکھ

نینن سے گنگا بہے من کا اک منستر

بنیا بیری پریم کا پیسہ گنتا جائے

تن اجسرو من کو تلہ ناگ چلے کھپر

امر رہے گی اتما نایا کوچ کا گھوش

پریمی کو پرستم ملے مورکھ کو گھاب

اتم سے اتم ملے، ملے پیچ سے پیچ

گرجی پریت پریم کا وا صنف اک کنکر



اللہ

- ☆ جتنا تم اللہ پر راضی ہو اتنا اللہ تم پر راضی ہے۔
- ☆ اللہ کی عطاؤں پر الحمد للہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہئے۔
- ☆ اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔
- ☆ اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے۔
- ☆ جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔
- ☆ اللہ ہر آخر کا اول اور ہر اول کا آخر ہے۔
- ☆ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لئے غم بن جاتا۔
- ☆ اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

توبہ

☆ اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے زعم آگہی سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر اپنا گھراپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے

نہ بچا سکے تو اسے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی

ضد سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لئے اس نے کتنے

جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے

جان لینا چاہئے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ نہ سمجھے وہ بد

قسمت ہے۔

☆ ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہئے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ

عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔

واصف علی واصفؒ

تصانیف

واصف علی واصفؒ

(نثر پارے)	کرن کرن سورج	-1
(مضامین)	دل دریا سمندر	-2
(مضامین)	قطرہ قطرہ قلمزم	-3
(اردو شاعری)	شب چرلغ	-4
	The Beaming Soul	-5
(پنجابی شاعری)	بھڑے بھڑولے	-6
(مضامین)	حرف حرف حقیقت	-7
(اردو شاعری)	شب راز	-8
(نثر پارے)	بات سے بات	-9
(خطوط)	گمنام ادیب	-10
(سوال جواب)	گفتگو - ۱	-11
(سوال جواب)	گفتگو - ۲	-12
(سوال جواب)	گفتگو - ۳	-13
(سوال جواب)	گفتگو - ۴	-14
(سوال جواب)	گفتگو - ۵	-15
(سوال جواب)	گفتگو - ۶	-16
(سوال جواب)	گفتگو - ۷	-17
(سوال جواب)	گفتگو - ۸	-18
(سوال جواب)	گفتگو - ۹	-19
(سوال جواب)	گفتگو - ۱۰	-20

کاشف پبلی کیشنز ☆ ۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن۔ لاہور

<http://www.wasifaliwasif.com>



Marfat.com